نظامِ عمل

○ اعلاء کلمۃ اللہ اور خدمت خلق کے پیش نظر مسلمانوں میں عسکری نظم پیدا کرنے کے لئے انصار اللہ (مخلص دینی رضاکاروں) کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینا۔

○ تنظیم مساجد اور ائمہ مساجد کے ذریعہ مسلمانوں میں اصلاحی نظامِ عمل کی ترویج و اشاعت۔

○ مسلمانوں میں نماز اور جماعت کی رغبت پیدا کرنا۔

○ شبینہ مکاتب قائم کر کے مسلمانوں میں ضروری دینی اور مفید دنیوی تعلیم کا نظام قائم کرنا۔

○ مسلمانوں میں اقتصادی ترقی کے پیش نظر سودیشی اور گھریلو صنعتوں کی ترغیب و ترویج۔

از شیخ الاسلام مولانا السید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مرویات معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ —— ۱۹ —— محمد سعید الرحمن علوی

عن حمید بن [illegible] الرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ انہ سمع معٰویۃ بن ابی سفیان یوم عاشوراء عام حج علی المنبر یقول یا اھل المدینۃ این علماءکم سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم یقول ھذا یوم عاشوراء و لم یکتب اللہ علیکم صیامہ و انا صائم فمن شاء فلیصم و من شاء فلیفطر۔

(بخاری، ج ۱، ص ۲۶۸)

حمید بن عبدالرحمٰن رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امیرالمومنین سیّدنا معاویہ رضی اللہ تعالیٰ سے سنا انہوں نے حج کے سال عاشوراء کے دن منبر پہ فرمایا۔ اے اہل مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ و اصحابہ وسلم سے خود سنا آپؐ ارشاد فرماتے تھے کہ یہ عاشوراء کا دن ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کا روزہ فرض تو نہیں کیا تاہم میں روزہ سے ہوں۔ پس جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے نہ رکھے۔

حدیث کی سب سے مشہور اور صحیح کتاب بخاری شریف کی روایت اور اس کا ترجمہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ یوم عاشوراء محرم الحرام کے دسویں دن کو کہا جاتا ہے۔ ابتدائے آفرینش سے سال کے مہینہ بارہ ہی رہے ہیں جن میں محرم الحرام کو بوجوہ اہمیت حاصل ہے۔ قرآن عزیز نے جن چار مہینوں کو "اشھر حرم" یعنی حرمت والے مہینے کہا ان میں ایک محرّم بھی ہے حتیٰ کہ سرور کائنات علیہ السلام کی بعثت سے قبل اہل کفر بھی محرّم سمیت چار مہینوں کو اس حیثیت میں تسلیم کرتے اور ان کا احترام بجا لاتے —— اسلامی تاریخ میں اس مہینہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے —— حضور علیہ السلام کی مراد خلیفہ عادل و برحق حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اس مہینہ کی پہلی تاریخ کو ہوئی جس کو عالم اسلام نے شدّت سے محسوس کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت بڑے بڑے صحابہ اس واقعہ پر شدت غم سے پریشان ہو گئے۔ اہل کفر و نفاق اور یہودیت و مجوسیت کے علمبرداروں نے اس واقعہ پر خوشیاں منائیں کیونکہ خلیفہ ثانی کا کردار اور ان کی شمشیر خارا شگاف ان لوگوں کے لئے سوہانِ روح تھی اور اس عبقری اور نابغہ انسان کی موجودگی میں انہیں فتنہ سامانیوں کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ نزولِ وحی سے قبل بھی جیسا کہ عرض کیا یہ مہینہ محترم تھا اور اس کی دسویں تاریخ بطور خاص بڑی اہم تھی کہ اس میں بڑے بڑے اہم واقعات رونما ہوتے تھے محدث کبیر علامہ عینی حنفی قدس سرہٗ کی تصریحات کے مطابق برگزیدہ انبیاء علیہم السلام کے واقعات اس تاریخ سے متعلق ہیں اور قیامت بھی اسی دن قائم ہو گی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ یہود و مجوس کی مشترکہ سازش سے اسی تاریخ کو شہید ہوئے۔

جب سرور کائنات علیہ السلام مدینہ طیبہ ہجرت کرکے آئے تو معلوم ہوا کہ یہود اس تاریخ کو روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے معلوم کیا تو پتہ چلا کہ فرعونی استبداد سے بنی اسرائیل کی

(باقی ۳۲ پر)

ہفت روزہ
خدّام الدین
لاہور

جلد ۲۶ ❊ شمارہ ۳۰
۱۶ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ❊ ۲۳ جنوری ۱۹۸۱ء

اس شمارہ میں

—— رئیس الادارہ ——
پیر طریقت حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ
—— مدیر منتظم ——
مولوی محمد اجمل قادری
—— مدیر ——
محمد سعید الرحمٰن علوی

بدل اشتراک	
سالانہ -/۶۰، ششماہی -/۳۰	
سہ ماہی -/۱۵، فی پرچہ ۱/۵۰	

ایک مستحسن تجویز

تین سال سے زائد کا عرصہ ہوتا ہے ہم نے پاکستان کی نامور دینی شخصیت مولانا السید محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ کی یاد میں ایک خصوصی نمبر ترتیب دیا تھا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی، اس کے ادارتی کالموں میں ایک خاص واقعہ کے پس منظر میں ایک تجویز پیش کی تھی کہ فرقہ وارانہ مسائل کے حل کے لئے حکومت اعلیٰ عدالتوں کے جج صاحبان پر مشتمل ایک بااختیار بینچ تشکیل دے۔ تاکہ یہ مسائل حل ہو سکیں اور ملت امن و سکون کا سانس لے سکے۔ اس تجویز سے ہمارا مقصد یہ بھی تھا کہ عام مسلمان جو اس قسم کی بحثوں کے پیش نظر پریشانی کا شکار ہو جاتے ہیں وہ اس سے نجات حاصل کر سکیں اور ملت اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہو سکے —— بریلوی مکتب فکر کے ایک مدرسہ کے مدرس نے اس پر اظہارِ مسرّت کرتے ہوئے ہمیں ایک خط لکھا اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ اگر ہم اپنے حلقہ کی طرف سے مکمل ذمہ داری لے سکیں تو ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ ہم نے جوابی طور پر انہیں عرض کیا تھا کہ ہم ایک معمولی قسم کے ورکر ہیں تاہم پوری جماعت کی طرف سے ایسا یقین دلانے کا حوصلہ رکھتے ہیں اور اس بات کے منتظر ہیں کہ آپ بھی ایسا ہی اقدام اٹھائیں گے تاکہ بات آگے بڑھ سکے لیکن افسوس کہ پھر اُدھر سے کوئی جواب نہ آیا اور ہمیں بھی مجبوراً خاموشی اختیار کرنا پڑی —— اب حال ہی میں بریلوی مکتب فکر کے ایک ذمہ دار عالم اور اسلامک ورلڈ مشن کے نائب سربراہ مولانا عبدالستار نیازی نے اس قسم تجویز پیش کی ہے۔ جس کا ملک بھر کے قومی پریس میں چرچا ہو چکا ہے اس کے جواب میں دیوبندی مکتب فکر کی ذمہ دار شخصیات اور تنظیموں نے اس تجویز کو نہ صرف

سراہا ہے بلکہ اس کی تائید کی ہے اور اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ ایسا ضرور ہو جائے تاکہ ان مسائل کا حل سامنے آسکے۔

ہمیں یاد پڑتا ہے کہ آج سے بہت عرصہ قبل لاہور میں ہی اسی قسم کا ایک پروگرام بنا تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ فریقین اپنا اپنا مؤقف پیش کریں تاکہ فیصلہ ہو سکے۔ اس مقصد کے لئے علامہ اقبال، خواجہ صادق حسن امرتسری اور مولانا روحی تین حضرات پر مشتمل کمیٹی قائم ہوئی تھی جو فریقین کا نقطہ نظر سن کر اس پر اپنا فیصلہ صادر کر سکیں۔

برصغیر کی نامور دینی و علمی شخصیت اور مدرسہ دیوبند کے ایک عظیم فرزند مولانا محمد منظور نعمانی نے اس مقصد کے لئے اپنا واضح اور مفصل بیان لکھ بھی لیا لیکن افسوس کہ اس وقت بھی یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی۔ اب جبکہ مولانا نیازی جیسی ذمہ دار شخصیت نے یہ تجویز پیش کی ہے اور دوسری طرف سے اس کا خیر مقدم کیا گیا ہے تو ہمارے خیال میں یہ بہت ضروری ہے کہ اس کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اقدام کیا جائے —— حکومت کے لئے ایسا کرنا کچھ مشکل نہیں۔ سپریم کورٹ کے ذمہ دار جج کی قیادت میں فریقین کے معتمد علماء کا کمیشن اس مسئلہ کو بخوبی نمٹا سکتا ہے۔ اور اگر یہ مسئلہ نمٹ جائے تو اس ملک میں اسلامی نظام کا قیام بہت آسان ہو جاتا ہے۔

ملّت آج جن مصائب و آلام سے دوچار ہے اس سے کوئی باشعور مسلمان ناواقف نہیں اور ہماری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ ان مصائب و آلام کے بنیادی اسباب میں ایک سبب فرقہ وارانہ اختلاف اور جھگڑے ہیں جن کی وجہ سے جدید پڑھا لکھا مسلمان کبیدگی اور پریشانی کا شکار ہو جاتا ہے اور لبا اوقات وہ دینی اقدار سے ہی انحراف کی راہ پر چل نکلتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے نامور محدث اور امام کبیر نے تین طبقات —— بادشاہ، علماء اور صوفیاء —— پر عوام کے بگاڑ کی جو ذمہ داری ڈالی ہے وہ بلا وجہ نہیں —— اس عنوان پر گفتگو کا یہ وقت ہے نہ موقع، تاہم ہم اپنے احساس کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کہ مذہبی جنگ و جدال نے دینی محاذ پر اتنا نقصان پہنچایا ہے کہ الامان —— ربیع الاول کے مبارک مہینہ میں جس کی ٩ر تاریخ کو سرورِ کائنات، شافع روز محشر، قائد انسانیت محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ وسلامہ پیدا ہوئے اس میں اگر یہ کام ہو جائے اور آپؐ کی امّت کے اہل علم کھلے دل سے ایک دوسرے کا نقطہ نظر سن کر احقاق حق کے جذبہ سے اپنے اختلاف نمٹا لیں تو پندرھویں صدی ہجری کے پہلے سال میں یہ اتنا بڑا کارنامہ ہوگا کہ ملّت کو اس سے نئے بال و پر نصیب ہوں گے اور ملّت کا کاروان رواں دواں ہو سکیگا۔

ہمیں امید ہے کہ فریقین اب اس مسئلہ کو نمٹا کر ہی چین لیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اصلاح احوال کی توفیق عطا فرمائے۔

علوی، ربیع الاول ١٤٠١ھ

خطبہ جمعہ

ضبط و ترتیب : علوی

ایسے لوگ سوچیں کہ ان کا انجام کیا ہوگا؟

○ جانشین شیخ التفسیر حضرۃ مولانا عُبید اللہ انور مدظلہم ○

بعد از خطبہ مسنونہ :-

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ـ صدق اللہ العظیم

محترم حضرات! جو آیت نقل کی گئی یہ سورۃ آل عمران کی ١٠٥ ویں آیت ہے —— سب سے پہلے اس کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں۔

"اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جو متفرق ہو گئے بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام آئے۔ انہوں نے اختلاف کیا۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے"۔

(ترجمہ حضرت لاہوریؒ)

پچھلی متصل آیات پر ایک نظر

اس آیت کریمہ سے قبل کے مضامین پر ذرا نظر ڈالیں تو رکوع کی پہلی آیت میں (١٠٢) "اسلام پر زندگی اور اسلام پر موت" کا سبق پڑھایا گیا ہے یعنی ایک کلمہ گو کا فرض ہے کہ وہ محض زبانی کلامی اپنے آپ کو مسلمان نہ کہے اپنے عمل و کردار سے اپنا مسلمان ہونا ثابت کرے اور جب دنیا سے جائے تو ایمان کی حالت میں جائے۔ آیت ١٠٣ میں اعتصام بحبل اللہ جو ملت کے اتحاد باہمی کی بنیاد ہے اس کا حکم دے کر افتراق و انتشار کی زندگی سے روکا گیا ہے اور باہمی دشمنی، عداوت، خونریزی اور اس نوع کے جرائم اور ان کے بُرے ثمرات و نتائج سے متنبّہ کیا گیا ہے اور اس طرح تو انسان جہنم کا ایندھن بن کر رہ جاتا ہے اور یہ خالقِ کائنات کا شکر ہے کہ بنی نوع انسان ان قبائح اور رذائل کے پیشِ نظر بس جہنم میں گرا ہی چاہتے تھے کہ خالقِ کائنات کی دستگیری اور اس کی نصرت و مدد نے ان کے بازو تھام لئے اور انہیں ہدایت و کامیابی اور نجات و سلامتی کی راہ پر ڈال دیا۔ اس سلامتی و نجات کی راہ سے خلقِ خدا کو برابر آگاہ کرنے اور بربادی و تباہی کی راہ سے محفوظ رکھنے کے لئے ایک اصلاحی جماعت کے وجود کو آیت ١٠٥ میں ضروری قرار دیا گیا جو دنیوی علائق اور ہر نوع کے کاروبار سے آزاد ہو کر بس اسی کام میں جُت جائے اور مخلوقِ خدا کی غمخواری و ہمدردی اس کا وظیفہ حیات ہو۔ اس کے بعد وہ آیت ہے جو ابتداء میں ترجمہ سمیت آپ نے ملاحظہ فرمائی —— دیکھیں اہل علم اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

آیت مذکورہ اور اہلِ علم

سب سے پہلے حضرت لاہوری قدس سرہٗ کی مختصر بات ملاحظہ فرمائیں۔ پورے پس منظر کو سامنے رکھ کر اپنے حواشی میں لکھتے ہیں :-

"پہلی امتوں کی طرح اگر ہم بھی فرقہ بندیوں کی الجھن میں پڑ گئے تو اسی سزا کے مستحق ہوں گے جو ان کو ملی" (ص ٩٩)

اس اختصار کی تفصیل حضرت کے علمی ساتھی اور ہم سبق اور اسی چشمہ فیض کے تربیت یافتہ ایک بزرگ خواجہ عبدالحی قدس سرہٗ کی زبان

ملاحظہ فرمائیں :۔

"تمہیں ایسے لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہئے جنہوں نے آپس میں افتراق ڈالا ، مذہب میں فرقے بنا ڈالے . . . . . یہ اختلاف ڈالنے والے اور مذہبی فرقے بنانے والے یہود و نصاریٰ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ کے صاف و صریح احکام پہنچ چکے تھے لیکن محض توہم پرستی اور حرص و ہوا کی پیروی کرکے انہوں نے شریعت کے اصولوں میں اختلاف پیدا کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تباہ ہوگئے اور ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ۔" (درس قرآن ص۴۴۴ ج ۱)

یہود و نصاریٰ کی بے راہروی

یہود و نصاریٰ جنہیں اللہ تعالیٰ نے آسمانی تعلیم سے سرفراز فرمایا تھا اور جن کے پاس اللہ تعالیٰ کے متعدد نبی آئے تھے انہوں نے دینی روایات اور نبوی تعلیمات کا جو حشر کیا وہ ایک مستقل داستان الم ہے ۔ قرآن عزیز نے ان کے بدترین جرائم کی فہرست میں ان کی "مذہبی فرقہ بندی" کو بڑی شدو مد سے ذکر کیا جن آیات سے متعلق آپ نے سرسری سا بیان ملاحظہ فرمایا ۔ ان میں انہی ناہنجار لوگوں کا ذکر ہے اور پھر مذکورہ آیت میں اس بُری راہ سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے ۔ اس کے علاوہ سورۂ بقرہ کی آیت ۲۱۳ وغیرہ میں بھی ان کی اس عادت بد کا ذکر ہے ——— یہ عادت اللہ تعالیٰ کو اتنی ناپسند ہے کہ سورۂ انعام کی آیت ۱۵۹ میں فرمایا :۔

"جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی جماعتیں بن گئے تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں ۔"

(حضرت لاہوری قدس سرہٗ)

ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق قیامت کی صبح اس بُرے حال میں ہوں گے کہ ان کے چہرے مسخ اور سیاہ ہوں گے ۔ اور یہ بُرا انجام ہوگا دین میں فرقہ بندی کا ——— قرآن عزیز کہتا ہے :۔

"جس دن سفید ہوں گے بعض منہ اور بعض منہ سیاہ ہوں گے (یعنی دین میں اختلاف کرنے والوں کو بڑے سنگین عذاب سے اس دن دوچار ہونا پڑیگا) سو وہ لوگ جن کے منہ سیاہ ہوئے (ان سے کہا جائے گا) کیا تم کافر ہوگئے ایمان لاکر؟ اب عذاب چکھو اس کے بدلے میں کہ تم کفر کرتے تھے ۔"

(آل عمران آیت ۱۰۶ کا ترجمہ)

انسانی اعمال کا اظہار

گویا بقول خواجہ عبدالحی مرحوم :

"قیامت کے روز اعمال کا اظہار لوگوں کے چہروں سے ہوگا ۔ جن لوگوں نے نیک عملی کی زندگی بسر کی ہوگی ان کے چہروں پر ایمان اور تقویٰ کا نور چمکتا ہوگا ان کے منہ سفید ہوں گے وہ بڑے عزت اور وقار میں ہوں گے اور خوش خوش نظر آئیں گے ۔ ان کے خلاف جو لوگ اس دنیا میں عمر بھر گناہوں میں مبتلا رہے سیاہ کاری اور بدکاری میں آگے آگے رہے ، ان کے چہرے کفر و نفاق اور فسق و فجور کی سیاہی سے کالے ہوں گے ۔ گویا قیامت کے دن ہر شخص کا چہرہ اس کے باطن کا آئینہ بن جائے گا ۔"

(درس قرآن ص۴۳۵ ج ۱)

فرقہ بندی ——— خدا کا عذاب

اختلاف و افتراق اتنی بڑی مصیبت اور المیہ کی چیز ہے جو قوموں ملکوں اور ملتوں کو تباہی کے غار میں دھکیل دیتی ہے ——— بعض اختلافات سچائی پر مبنی ہوتے ہیں ان کے کرنے والے مخلص ، پاک طینت اور نیک نہاد لوگ ہوتے ہیں ان کے پیش نظر کسی کو نیچا دکھانا نہیں ہوتا وہ بھلائی کے طالب ہوتے ہیں اور اپنے رب سے درخواست کرتے رہتے ہیں کہ اے میرے مالک ! تو مجھے نفس و شیطان کے دھوکہ سے بچا ، مجھ پر راہ حق منکشف کر دے ایسے لوگوں پر اپنے سے اختلاف کرنے والے کی سچائی اور اس کے مؤقف کی درستگی واضح ہو جاتی ہے تو وہ کمال خلوص و دیانت سے اعتراف کر لیتے ہیں لیکن قرآن ان سیاہ رو لوگوں کا ذکر کر رہا ہے جو ضد ہٹ دھرمی اور بغض و عناد کے پیش نظر اختلاف کو ایسا مکروہ رنگ دے دیتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ کی طرح ایک دوسرے پر برسنا شروع کر دیتے ہیں ۔ ان کے نزدیک سچائی انہی کے گھر کی لونڈی ہوتی ہے اور باقی سب غلط کار ہوتے ہیں ۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ سچائی تو اللہ نے نازل فرمائی یہ کسی فرد ، قوم اور ملت کی موروثی چیز نہیں آسمانی صحائف اور کتابوں کی شکل میں سچائی کی تعلیم دنیا میں موجود رہی اور اس کے غوامض و رموز بتلانے کے لئے انبیاء علیہم السلام کے پاک وجود دنیا میں رہے ——— اب قرآن کا دور ہے آخری سچائی آ چکی ہے ——— اس نبی امی نے ہدایت و سچائی کے ان سرچشموں "قرآن و سنت" کو دنیا کی ہدایت کے لیے مینار قرار دیا ——— اب ہر کسی کا عمل اسی کسوٹی پر پرکھا جائے گا ——— لیکن حیرت ہے کہ نور و ہدایت کی ان مشعلوں کے علی الرغم خواہشات و بدعات کی تاریکی کو لوگوں نے "دین" کا نام دے کر (معاذ اللہ) حقیقت شناس لوگوں پر ایسے ہی طعنہ زنی شروع کر دی جس طرح یہود و نصاریٰ ایک دوسرے پر کرتے تھے ۔

ایک مخلص خادم قرآن نے کتنی صحیح اور درست بات کہی کہ :

"اس آیت (مذکورہ) سے ثابت ہوا کہ مذہب میں فرقہ بندی اور اختلاف سے کتنے بھیانک اور ہولناک نتیجے ظاہر ہوتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچائی اور راستبازی کی راہ صاف و صریح طریقے سے روشن کر دی جاتی ہے ۔ بعض خبیث فطرت اور فتنہ پسند لوگ دنیا پرستی ، لالچ اور نفسانی خواہشات کی پیروی میں مذہب میں رخنے ڈالتے ہیں اس طرح قوم کی اجتماعی قوت کمزور ہو جاتی ہے ۔ مذہب پھیلنے نہیں پاتا ۔ آپس میں ایک دوسرے گروہ کو ختم کرنے کے لئے سازشیں کرتے ہیں اور اس طرح قومی اور مذہبی لحاظ سے ان کی آزادی بلکہ قومی وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا ہے ۔"

(درس قرآن ص۴۴۴ ج ۱)

عزیزانِ من

ایک دردمند دل سوائے اس کے کیا کر سکتا ہے کہ ابنائے ملت کے قلوب و اذہان پر دستک دے اور آسمانی تعلیم پر مشتمل اس آخری اور سچی کتاب کی آیتوں سے انہیں آگاہ کرے اور بتائے کہ ان فرقہ بندیوں اور گروہ بندیوں نے ملت کی ساکھ کو کیسے تباہ کیا ہے ——— لیکن آہ حسرت و افسوس کہ یہ کیسا المناک باب ہے کہ اس سچائی سے کچھ لوگ منہ موڑ کر تنور شکم اور جھوٹی قیادت کا چراغ روشن کرنے کی فکر میں ہیں اور وہ زمین میں فتنہ و فساد پھیلانے اور مذہب جیسے مقدس مشن کے نام پر شرانگیزی کرنے سے باز نہیں آتے ، میرے پاس صور اسرافیل نہیں کہ اسے پھونک کر ایسے لوگوں کو موت کی نیند سُلا دوں اور نہ ہی میرے پاس وہ قانونی طاقت ہے جو ایسے مجرم ضمیر لوگوں کی اکڑی ہوئی گردنوں کے خم درست کر سکے ۔ میں اپنے عظیم و پاک نبی صلوٰت اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کی طرح اپنے رب کے حضور فریاد ہی کر سکتا ہوں کہ اے اللہ ! تُو اس قسم کے افراد کی دوں نہادی اور شرانگیزی سے ملت کو محفوظ فرما ۔ اور دینی صداقتوں کو دل و جان سے تسلیم کرکے ان پر عمل کی راہ آسان فرما ۔ اللّٰھم ارنا الحق حقًا وارزقنا اتباعہ ۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ ربّ العالمین !

پیغمبرِ انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم

محمد مصطفےٰ صلِ علیٰ تشریف لائے ہیں
جہاں میں انقلابی رہنما تشریف لائے ہیں

خدا مالک، محمدؐ قاسمِ مالِ غنیمت ہے — یہی آئینِ فطرت ہے، یہی قانونِ قدرت ہے
محمد مصطفےٰؐ نے ایک دن لوگوں سے فرمایا — کلیدِ کامیابی عزم و محنت ہے، نہ سرمایا
"سنو لوگو! خدا ہے مالکِ ارض و سما بیشک — (مَیں ہوں اس کا رسولِ آخری (خیر الوریٰ) بے شک)
مَیں قاسم ہوں، مَیں یوں تقسیم سرمائے کی کرتا ہوں — (نہ فرعونوں سے دبتا ہوں، نہ قارونوں سے ڈرتا ہوں)
ہر اک سے استطاعت کے مطابق کام لیتا ہوں — ہر انساں کو ضرورت کے مطابق دام دیتا ہوں"
اسی نکتے کو لے کر اشتراکیت نے اپنایا — مسلماں کو مگر سرمایہ داروں نے ہے بہکایا

یہ نکتہ حرف قل العفو سے اب تک نمایاں ہے
لُٹا دے مال و زر جو قوم پر بس وہ مسلماں ہے

یہ ہے یومِ ولادت اُس رسولِ پاک کا یارو! — بڑھایا مرتبہ جس نے فلک سے خاک کا یارو!
وُہ جس نے قیصر و کسریٰ کی دارائی مٹا ڈالی — وُہ جس نے مال و زر کی بزم آرائی مٹا ڈالی!
وُہ جس نے مال و زر کو، چاند اور سورج کو ٹھکرایا — حکومت، حسن و دولت کے جو لالچ میں نہیں آیا
وُہ جس کے نعرۂ توحید نے باطل کا سر کچلا — وہ جس کے نعرۂ تکبیر نے عفریتِ زر کچلا
وُہ جس نے دوزخِ دنیا کو جنّت کر دکھایا تھا — مساوات و اخوّت کا سبق جس نے پڑھایا تھا
کہا جس نے بنی نوعِ بشر، کنبہ خدا کا ہے — مسلماں انقلابی ہے، نمونہ ارتقا کا ہے
مسلماں ہو، یہودی ہو، وہ ہندو ہو کہ نصرانی — کوئی کالا ہو گورا ہو، وہ حبشی ہو کہ ایرانی

نہیں ہے فرق ان سب میں کہ سب اولادِ آدمؑ ہے
مساوات و اخوّت کا عمل ہی اسمِ اعظم ہے

محمدؐ نے غلاموں کو جہانبانی عطا کی ہے — جہانبانی عطا کی — طبع انسانی عطا کی ہے
وُہ جس نے آدمی کو سیرتِ انساں سکھائی ہے — وُہ جس نے ہر بشر کو فطرتِ یزداں سکھائی ہے
وُہ جس نے علم اور حکمت کی دی تعلیم دنیا کو — حقیقی اشتراکیت کی دی تعلیم دنیا کو!
وُہ جس نے انقلابِ عصرِ حاضر کی بِنا رکھّی — وُہ جس نے شرطِ ایماں، آدمیت سے وفا رکھّی
وُہ جس کے نعرۂ تکبیر سے اک انقلاب آیا — چھٹی ظلماتِ شب اور صبحِ نو کا آفتاب آیا
محمدؐ ہی پیمبر ہے جمیع اقوامِ عالم کا — رسولوں میں اسی کو مرتبہ حاصل ہے خاتم کا
محمدؐ انقلابی روح کا بانی مبانی ہے — نہ اُس کا کوئی ثانی تھا، نہ کوئی اس کا ثانی ہے

پیام اس کا ہر اک جنّ و بشر کو عام ہے یارو!
حقیقت میں حقیقی انقلاب، اسلام ہے یارو!

آزاد شیرازی
ماہنامہ تذکرہ، لاہور

سیرتِ رسول علیہ السلام پر دو مختصر تقریریں

شرم و حیا

سیرتِ نبویؐ کا ایک اہم پہلو

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ تعالےٰ علیہ و اصحابہ وسلم کی سیرت مبارکہ کا ہر پہلو انسانیت کے لئے اپنے اندر ایک سبق رکھتا ہے — آج مجھے آپؐ کی تعلیمات کے اس گوشہ کو بیان کرنا ہے جس میں شرم و حیا کا ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن کریم جو محمدؐ عربی علیہ السلام پر نازل ہونے والی اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے اور جو بقول اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضور علیہ السلام کی "سیرت و اخلاق" کا مظہر و بیان ہے۔ اس میں اللہ تعالےٰ نے شرم و حیا، عفت و عصمت اور پردہ و حجاب سے متعلق جو ارشادات فرمائے ہیں عملی دنیا میں ان کا مظاہرہ اس وقت ہوا جب آپؐ تشریف فرما تھے اور آپؐ کی ازواج مطہرات میں سے کچھ وہاں تشریف فرما تھیں کہ ایک صحابیؓ کی آمد کا علم ہوا جو آنکھوں سے معذور تھے۔ پیغمبر عفت نے اپنی بیبیوں کو پس پردہ چلے جانے کا حکم دیا جس پر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! اس میں کیا حرج ہے وہ تو آنکھوں سے معذور ہیں۔ لیکن آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ تم تو معذور نہیں ہو — گویا آپؐ نے واضح فرما دیا کہ شرم و حیا اور عفت و عصمت ایک ایسا جوہر ہے جس کا مرد اور عورت دونوں میں ہونا ضروری ہے — قرآن کریم کے اٹھائیسوں پارے میں مسلمان عورتوں سے حضور علیہ السلام کے بیعت لینے کا ذکر ہے یعنی ایمان اور اعمال صالحہ پر ان سے وعدہ لینا — اہل اللہ اور حضرات اولیاء کرام کے ہاں جو بیعت اب تک مروّج ہے وہ درحقیقت اسی قرآنی حکم کا عملی مظہر ہے۔ سرور کائناتؐ کی سیرت اس سلسلہ میں ہمیں یہ بتاتی ہے کہ آپؐ جہاں مردوں سے بیعت لیتے وہاں عورتوں سے بھی بیعت لینے کا رواج تھا لیکن پورا ذخیرہ احادیث اس پر شاہد ہے۔ کہ نہ تو کبھی غیر محرم عورتیں بے حجاب ہو کر آپؐ کے سامنے آئیں نہ کبھی آپؐ نے ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر بیعت کی۔ باوجودیکہ آپ قرآن کی روشنی میں اُمت کے باپ تھے لیکن امّت کی ہدایت و رہنمائی کی غرض سے آپ نے ایسا واضح اور دو ٹوک عمل اختیار فرمایا جس سے اخلاقی قدریں قائم رہیں اور کوئی بیمار ذہن ناجائز فائدہ نہ اٹھا سکے — ازواج مطہرات سے اس قسم کی روایات ملتی ہیں کہ آپ پردہ اور حجاب میں رہ کر عورتوں سے بیعت لیتے اور اس طرح کہ کسی کپڑے کو درمیان میں پھیلا لیا جاتا اس کا ایک کونہ آپ پکڑ لیتے دوسرا کونہ بیعت کرنے والی خاتون اور بیعت و معاہدہ کے کلمات آپ دہراتے۔

محترم حضرات! آج معاشرہ میں بے راہروی، بے حجابی اور بے پردگی عام ہو چکی ہے اور پھر اس سے جو معاشرتی اور اخلاقی جرائم جنم لے رہے ہیں وہ کسی پر مخفی نہیں۔ میرے خیال میں اس کی تمامتر وجہ یہ ہے کہ ہم زبانی طور پر سرور کائناتؐ کی سیرت کا بہت ذکر کرتے ہیں لیکن عملی طور پر آپؐ کی تعلیمات سے ہم بہت دور ہو چکے ہیں — یہی شرم و حیا اور حجاب و پردہ کا معاملہ ہے

اگر کوئی آدمی اس کا ذکر کرتا ہے تو اسے "پرانے خیالات کا حامل" اور اولڈ فیشن ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے حالانکہ ایسی بات نہیں بلکہ یہ وہ ضرورت ہے جس کے بغیر ہماری اخلاقی زندگی سنور نہیں سکتی ـــ اس معاملہ میں آپؐ کی سیرت طیبہ اور قرآنی تعلیمات کی روشنی میں عملی اقدام ازبس ضروری ہے اور جدید فیشن کے انداز کے برقعے بھی غلط ہیں کیونکہ اس سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جس کا سیرت طیبہ ہم سے مطالبہ کرتی ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں سرور کائناتؐ کی سیرت طیبہ کو اپنانے کی توفیق دے۔

دیانتداری اور صداقت شعاری

محترم حضرات! جس نبی امیؐ کے ہم نام لیوا ہیں اس کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ ایسا ہے جس پر جی جان سے قربان ہو جانا ہی انسانیت کی معراج ہے، مجھے اس مختصر وقت میں آپ کی تعلیمات کے اس حصہ کے متعلق اظہارِ خیال کرنا ہے جس کا تعلق دیانت داری اور صداقت شعاری سے ہے۔ آپؐ سے یہ بات مخفی نہ ہوگی کہ آپؐ کی مبارک ذات میں یہ خوبیاں اس درجہ موجود تھیں کہ آپؐ کے بدترین دشمن ان کا اعتراف کرتے تھے اور آپ کو "الصادق الامین" کہہ کر پکارتے تھے۔ آپؐ نے منصب نبوت پر سرفراز ہونے سے قبل باقاعدہ تجارتی سفر کئے تو اس دوران آپؐ نے جس طرح کاروباری معاملات کئے ان کی خوشبو آج بھی سیرت مطہرہ کی کتابوں میں موجود ہے اور روایات میں آتا ہے کہ وہاں کے لوگ مدتوں اس قسم کے تاجر کو یاد کرتے تھے۔

آپؐ نے جب ایک ایسے تاجر کو دیکھا جس نے گیلا غلّہ نیچے دبا رکھا تھا اور خشک اوپر، تو آپؐ نے اسے سرزنش فرمائی اور ایک ایسا جملہ ارشاد فرمایا جس نے کاروباری دنیا کی بدمعاملگی کی جڑ کاٹ دی ـــ فرمایا جو ایسا کرے گا اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

اندازہ فرمائیں کہ آپ نے کیا بات ارشاد فرمائی اور ان کے نام لیوا آج کیا کر رہے ہیں آج ہر آدمی ہوس کا شکار ہے اور اس کے لئے وہ ذخیرہ اندوزی، سٹہ، ناجائز منافع خوری اور بلیک میلنگ کرتا ہے۔ وہ اشیاء ضرورت میں ملاوٹ کرتا اور حسب خواہش ان کو روک رکھتا اور پھر بیچتا ہے۔ اسے ذرہ برابر احساس نہیں ہوتا کہ اس طرح میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناقدری کر رہا ہوں، آپ کی تعلیمات کو جھٹلا رہا ہوں اور اپنے مسلمان بھائیوں کو تنگ کر رہا ہوں حالانکہ حقیقی سیرت یہی ہے کہ انسان انسان کے کام آئے۔ ہمارے دور کے ایک ولی کامل مولانا احمد علی لاہوری ارشاد فرماتے کہ قرآن کا خلاصہ تین جملوں میں بتا سکتا ہوں۔ یعنی اللہ تعالےٰ کو عبادت سے، سرورِ کائنات (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم) کو اطاعت سے اور مخلوق کو خدمت سے راضی کیا جائے۔

حضور علیہ السلام نے انسانوں کے باہمی تعلق کو ایک جسم کے مختلف اعضاء کا تعلق بتایا اور فرمایا کہ جب ایک جوڑ دکھتا ہے تو سارا جسم دکھتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ ایک انسان کی تکلیف حقیقت میں دوسرے انسان کی تکلیف ہے اور اگر کوئی محسوس نہیں کرتا تو گویا وہ انسانی حِس سے محروم ہو چکا ہے

میرے محترم بزرگو! قرآن عزیز نے ان کاروباری بدمعاملہ لوگوں کو جہنم کی وعید سنائی جو لینے دینے کے باٹ الگ الگ رکھتے ہیں اور ایک ایسی قوم کا ذکر کیا جو کاروباری بدمعالگی کے سبب خدا کے عذاب کا شکار ہو گئی۔

ان تمام چیزوں کو سامنے رکھیں اور پھر سوچیں کہ آج ہمارے کاروباری زندگی کا کیا عالم ہے۔

جیسا کہ میں ابتداء میں عرض کر چکا ہوں کہ ہر آدمی ہوس کا شکار ہے اور ہوس اسے گناہوں پر ابھارتی اور آمادہ کرتی ہے حالانکہ اسلام نے ہمیں سادگی، قناعت اور احتیاط پسندی کی تعلیم دی اور

دُعا ـ تقدیر کے پس منظر میں

(تحریر: ڈاکٹر سید زاھد علی واسطی - ملتان)

اہم ترین مسئلہ

تقدیر پر یقین اور دعا کی قبولیت ہمارے عقاید کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ اعتقاد دل سے اُٹھ جائے کہ معبود، عابد پر کبھی مواخذہ نہ کرے گا تو لطفِ عبودیت اور حقوق العباد کا شیرازہ بکھر جائے۔ اب تک ایسے مسائل پر مختلف مکتبہ ہائے فکر میں جو بحث ہوتی رہی ہے اس سے یقین کا پیدا ہونا تو درکنار عبودیت کے فکری وجدان کے پائے استقامت میں بھی لغزش آتی نظر آ رہی ہے۔

تقدیر کے لغوی معنی ہیں اندازہ کرنا قسمت، بھاگ، وہ اندازہ جو خدا تعالیٰ نے تمام کائنات کے متعلق پہلے سے کر رکھا ہے۔

آپ کو معلوم ہے ہماری آسمانی کتاب جو کہ لاریب ہے اس کی ابتدار سورہ فاتحہ سے ہوتی ہے اور سورۂ فاتحہ کی پہلی آیت کے پڑھتے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ سب تعریفیں کس کے لیے ہیں۔ وہ رب العالین ہے۔ رب کہتے ہیں پالنے والے کو، رزق دینے والے کو جس نے کل عالم کو پیدا کیا۔ سب کائنات کے رب ہی کو ذاتؐ صفات برحق ہیں اس نے ہی کائنات کی تقدیر بنائی۔ یعنی ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے ہی یہ اندازہ کرلیا کہ یہ دُنیا میں کیا کام کرے گا۔ اس کام کی کیا نوعیّت ہوگی۔ اس کی صفات کیا ہونگی۔ اس کا مقام کیا ہوگا۔ اس کی بقا۔ قیام اور افعال کے لیے کیا مواقع اور ذرائع فراہم کیے جائیں گے۔ کس وقت وجود میں آئے گا۔ کب تک اپنے حصے کا کام کرے گا۔ کس وقت اور کس طرح اسے ختم کرے گا اس پورے طریقہ کار یا منصوبہ کا مجموعی نام تقدیر ہے اور یہ تقدیر اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز کے لیے اور اجماعی طور پر تمام کائنات کے لیے تیار کر رکھی ہے یہ تمام کائنات کی تخلیق کسی پیشگی منصوبہ کے بغیر اُوٹ پٹانگ طریقہ سے نہیں ہوگی بلکہ رب العالمین خالقِ حقیقی کے پیشِ نظر ایک منصوبہ تھا اور سب کام اس منصوبے کے تحت چل رہے ہیں۔ دیکھئے سورۂ الاعلیٰ آیت (۱ تا ۳) خصوصی ۳

وَالَّذِی قَدَّرَ فَہَدٰی

(اپنے رب کی تسبیح کرو جس نے پیدا کیا اور تناسب قائم کیا) جس نے تقدیر بنائی اور پھر راہ دکھائی۔

مظاہرہ تخلیق

کسی چیز کو محض پیدا کرکے چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ جو چیز جس کام کے لیے پیدا کی، اس کو اس کے انجام دینے کا طریقہ بتایا۔ وہ محض خالق ہی نہیں بلکہ ہادی بھی ہے جو چیز جس حیثیت سے پیدا کی اس کو ویسی ہی ہدایت دی۔ ایک قسم کی ہدایت زمین، چاند، سورج، تاروں اور سیاروں کو دی۔ جس کے تحت سب چل رہے ہیں اور ان کا کام اور انجام اس ہادئ برحق کو ہی معلوم ہے۔ اسی طرح حیوانات، نباتات، معدنیات، جمادات کے لیے بھی راہیں منتخب کر دی ہیں۔ حیوانات کے بیشمار انواع، نباتات کے لاتعداد اقسام کا حیرت انگیز مظاہرہ تخلیق رب جلیل ہے۔

انسان کی شعوری زندگی میں جو انسان کو اختیار دیا گیا ہے اس کے تصرفات کے لیے استعمال کے لیے، خالق نے اس ساری کائنات میں ہر چیز کی ساخت اور حیثیت کے مطابق ہدایت کا انتظام کیا اور اس اختیار کی صحیح اور غلط راہیں بتا دیں۔ جیسا کہ بار بار قرآن شریف میں

ذکر ہے۔ دیکھئے سورۃ الدہر آیت ۳۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ۔ (ہم نے اسے راستہ دکھا دیا خواہ شکر کرے یا کفر کرے)

یعنی ہم نے اسے محض علم وعقل کی قوتیں دے کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس کے ساتھ اس کی رہنمائی بھی کی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ شکر کا راستہ کونسا ہے اور کفر کا راستہ کون سا۔ اور اس کے بعد جو راستہ وہ اختیار کرے اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ یہی مضمون سورۃ بلد میں ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے:

وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ

(اور ہم نے اس کو دونوں راستے نمایاں کرکے بتا دیئے۔)

دیکھئے سورۃ الشمس میں:

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰىهَا فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا: ترجمہ:۔ اور قسم ہے نفس کی اور اس ذات کی جس نے اس کو استوار کیا پھر اس کا فجور اور اس کا تقویٰ دونوں اس پر الہام کر دیئے کہ وہ جونسا راستہ پسند کرے، اسے اختیار کرے۔

عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ خدا جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ تو اس سے یہ مراد ہے کہ نجات اور حصول مقاصد ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے کہ جو چاہوگے کرو گے بلکہ اس کے لیے جدوجہد کی ضرورت ہوگی جیسے اگر کوئی ملازم دیکھے کہ جو بیگم صاحبہ چاہتی ہیں صاحب وہی کر دیتے ہیں تو اس ملازم کی یہی جدوجہد ہوگی کہ بیگم صاحبہ کی خوشنودیٔ طبع کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرے۔ کیونکہ کامیابی کی چابی بیگم صاحبہ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حصول مقصد کے لیے سعی اور عمل کی ضرورت ہے اور وہ کام کرے جو کام خدا کے حکم کے عین مطابق ہوں تاکہ ہمارے نیک اور مرضی کے مطابق کام دیکھ کر وہ خالقِ حقیقی جو حتمی فیصلہ کرے وہ ہمارے حق میں ہو کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

لوحِ تقدیر

ایک حدیث میں ہے کہ (جف القلم بما هو كائن) یعنی جو کچھ ہونا ہے وہ پہلے ہی دن لوحِ تقدیر پر لکھا جا چکا ہے لیکن اس کے معنی وہ نہیں جو عام طریقہ پر اخذ کئے جاتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ طے ہو چکا ہے کہ ہر کام کا ایک خاص نتیجہ برآمد ہوگا۔

یعنی جو چیز جس چیز کی ذاتیات میں ہے وہ اس سے کسی حالت میں بھی منفک نہیں ہوتی۔ صنّاع جب کسی آلے سے کام لیتا ہے تو صنّاع کی قوتِ فاعلہ آلے کو بااختیار نہیں بناتی جس کی وجہ یہ ہے کہ جمادیت جماد کی ذاتیات میں سے ہے۔ اس لیے کسی فاعل مختار کا عمل اس کی جمادیت کو سلب نہیں کرتا۔ اس طرح قوتِ اختیاری بھی انسان کی ذاتیات میں سے ہے اس بنا پر وہ کسی حالت میں بھی سلب نہیں ہوتی۔ ہم سے جب کوئی فعل مرزد ہوتا ہے تو گو خدا ہمارے فعل پر قادر ہے لیکن جس طرح صنّاع کا اثر آلے سے جمادیت کو مسلوب نہیں کرتا اس طرح خدا کی قدرت اور اختیار بھی ہماری قوتِ اختیار کو (جو ہمارے ذاتیات میں مقدر کر دی گئی ہے) بایں وجوہات سلب نہیں کرتا۔

خدا تعالیٰ نے انسان کو ہدایت دینے کے لیے دنیا میں بھی انتظامات کر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل کے اندر ہی نفس لوامہ (ضمیر) نام کی ایک چیز رکھ دی ہے جو ہر وقت ہر لمحہ اس کے فعال کا محاسبہ کرتا ہے۔ جب آپ کوئی بُرا کام کرتے ہیں، ضمیر صاحب فوراً ٹوک دیتے ہیں خواہ اس ضمیر کو انسان کتنا ہی برائیوں کی عمیق گہرائیوں میں دبائے، بہلائے، پھسلائے وہ ضرور اپنی آوازِ حق بلند کرتی ہے۔

خلاقی حِس

انسان کی عقلی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک خلاقی حِس بھی دی ہے جس کی بدولت وہ فطری بُرائی بھلائی میں تمیز کر سکتا ہے۔ اور جن افعال کو اچھا جانتا ہے چاہے وہ خود ان اچھے افعال سے اجتناب کرتا ہو مگر ان کو اچھا ہی کہے گا۔ اور جن افعال کو بُرا جانتا ہے چاہے کسی قدر وہ خود اس میں مبتلا ہو۔ ان کو بُرا ہی کہے گا۔

حضرت علیؓ ابنِ ابی طالب سے مروی ہے کہ ہم لوگ بقیع غرقد (مدینہ کا گورستان) میں ایک میت کو دفن کر رہے تھے اتنے میں رسول اللہؐ تشریف لے آئے اور میت کے قریب تشریف فرما ہوگئے۔ دریں اثنا گویا ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے لکھ دیا ہے کہ مرنے کے بعد اس کا ٹھکانا

بہشت ہے یا دوزخ۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں۔ ایک شخص نے پوچھا کہ یا نبی اللہ کیا ہم عمل کرنا ترک کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ عمل کرتے رہو۔ جو اہلِ سعادت ہیں وہ خود بخود اہلِ سعادت کے کام کریں گے اور ان کا خاتمہ اسی پر ہی ہوگا اور جو بدبخت ہیں وہ بدبختوں کے کام کریں گے اور ان کا خاتمہ ان ہی پر ہوگا پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى (سورۃ اللیل آیۃ ۵تا۷)

تقاضائے بندگی

اب تقدیر کے مذکورہ پس منظر میں دعا کی حقیقت ملاحظہ ہو۔ دعا عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں۔ پکارنا، آواز دینا۔ یہ لفظ عموماً خدا تعالیٰ کے حضور میں اپنے مافی الضمیر کے بیان کے لیے مستعمل ہوتا ہے۔

سیرۃ طیبہ کے مطالعہ سے معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ والاصفات نے عبدیت کی عروج و ترقی کی معراج کو پالیا۔ عبد و معبود کا جس قدر تعلق ہے اس کا رابطہ صرف نماز ہے اور ہم سب صمیم قلب سے غور کریں تو محسوس ہوگا کہ نماز ایک طریقۂ عبادت ہے، اور دُعا عبادت کا سرچشمہ ہے۔ عبادت کئی دعاؤں کا مجموعہ ہے قرآنِ پاک کا آغاز بھی دعا ہی سے ہوتا ہے۔ دیکھئے سورۃ فاتحہ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

ترجمہ: ہمیں سیدھا راستہ دکھا وہ راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا:

حضور سرورِ کائنات نے دعا کو دین میں بنیادی اور مرکزی اہمیت کا حامل فرمایا ہے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ (الدعاء مخ العبادة) دعا مغزِ عبادت ہے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دعا عین عبادت ہے اور جانِ عبادت ہے۔ اللہ سے دعا مانگنا عین تقاضائے بندگی ہے اور دعا سے زیادہ اعترافِ عبدیت کی دلیل نہیں مل سکتی۔

دُعا کا بندے اور اس کے رب کے درمیان ایسا تعلق ہے جیسے کوئی بالمشافہ بات چیت کر رہا ہو۔ بندہ اپنی ساری کمزوریوں شکست اور پریشانیوں کو دل کھول کر اپنے معبودِ حقیقی کے سامنے پیش کرتا ہے شیطان سے پناہ میں رہنے کے لیے برائیوں کے وسوسوں سے بچنے کے لئے نیکی اور راہِ مستقیم پر چلنے کے لیے رزق کے حصول کے لیے نصرت اور کامرانی کے لیے بارگاہِ ایزدی میں دعاؤں کی شکل میں گڑگڑا کر اپنی عرضداشت پیش کرتا ہے اور وہی ذات پاک ہے جو اپنے مجبور مجوب اور محروم بندے کی سنتا ہے۔

ایک شیرخوار بچہ کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ بلک بلک کر روتا ہے۔ اپنی ماں کی جانب ہی تکتا ہے اس وقت کوئی بچے کی شکل کو غور سے دیکھے تو یہی کیسے کیسے ہونٹ ہلا ہلا کر ماں سے فریاد کرتا ہے حالانکہ نہ وہ بول سکتا ہے نہ سمجھ سکتا ہے مگر رو کر اپنا مدعا بیان کر دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی ماں ہی اس کی بھوک کا انتظام کر سکتی ہے۔ دعا مانگنے کا محرک در اصل انسان کا یہ اندرونی احساس ہوتا ہے کہ جب عالم اسباب کے فطری ذرائع و وسائل اس کی کسی تکلیف کو رفع کرنے یا کسی حاجت کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں ہوتے تو اس کو کسی مافوق الفطرت صاحب اقتدار ہستی سے رجوع ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اس ہستی کو آدمی بے دیکھے ہی پکارتا ہے باآواز بلند پکارتا ہے۔ آہستہ آہستہ پکارتا ہے، جلوت میں پکارتا ہے، خلوت میں پکارتا ہے، ہر وقت ہر حال میں پکارتا ہے اگر ایسا بھی کرنے پر قدغن ہے تو دل ہی دل میں پکارتا ہے۔ سب کچھ اس عقیدت کی بنا پر کہ وہ ربّ جلیل، صاحب اقتدار، قادر مطلق ہستی اس کو ہر جگہ دیکھ رہی ہے وہ سننے والا تمام قیود سے بالاتر ہے اس کو پکارنے والا چاہے سمندر کی پُر اسرار گہرائیوں اور ہیبت ناک اندھیروں میں پکارے چاہے آسمان کی بے پناہ بلندیوں پر الغرض محض عقلی استدلال کی ہی گنجائش نہیں بلکہ پکارنے والے کا یہ ارتکابِ عمل اس امر کی ضمانت ہے کہ وہ اس عظیم ہستی کے اندر کی ان صفات پر اعتقاد رکھتا ہے جو صرف باری تعالیٰ کی صفات ہیں اپنے مذہب اور عقیدہ کی بنا پر انسان چاہے اس کو کسی بھی نام سے پکارے مگر ماننا پڑے گا کہ دُعا انسان صرف اور صرف اس ہستی عظیم سے مانگتا ہے جس کو وہ سمیع العلیم اور جس کا کلیتاً ربّ تسلیم کرتا ہے اس کے بغیر دعا مانگنے کا تصور کبھی اس کے ذہن میں نہیں آسکتا اس مسئلہ کو قرآن حکیم میں خود

خدائے ذوالجلال نے اپنے بندے کے لیے حل کر دیا ہے۔ دیکھیے سورۃ المومن ۵۹۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۔

تمہارا رب کہتا ہے مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا۔ جو لوگ گھمنڈ میں میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں وہ ضرور ذلیل و خوار ہوں گے یعنی دعائیں قبول کرنے اور نہ کرنے کے جملہ اختیارات صرف اسی ذات پاک کے پاس ہیں لہٰذا تم دوسروں سے دعائیں مت مانگو اور اس ہی کو اپنی طلب کا مرکز بناؤ وہ مدبر کائنات ہے۔ حیّ و قیوم ہے اور سب اختیارات کا کلی بلا شرکت غیرے مالک ہے سب کچھ جانتا ہے اور سب کچھ دے سکتا ہے۔

صاحبِ اختیار

اسی لیے جگہ جگہ ہمیں رب کریم ہدایت دیتا ہے کہ اس حاجت روا کو پکارو اس کے اختیارات لامحدود ہیں۔ دنیا میں یا آخرت میں دونوں جگہ وہ جس کو چاہے جو کچھ چاہے دے دیتا ہے اور جس کو چاہے جو کچھ چاہے روک لیتا ہے وہ دینے والا ہے تو کوئی روکنے والا نہیں ہے وہ نہ دینا چاہے تو کوئی وسیلہ اس سے دلوا نہیں سکتا۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان آیت ۷۷ میں ہے کہ:۔

قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا۔

"اے محمدؐ لوگوں سے کہو کہ میرے رب کو تمہاری کیا ضرورت پڑی ہے اگر تم اس کو نہ پکارو۔"

یعنی اللہ سے دعائیں نہ مانگو اور اس کی عبادت نہ کرو۔ اور اس کو حاجت روا نہ بناؤ تو کوئی وقعت خدا کی نظر میں نہیں ہے کیونکہ تمہاری عبادت نہ کرنے سے اللہ جلّ جلالہٗ کی شان میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تم سے اللہ کی کوئی حاجت اٹکی ہوئی نہیں ہے تم ہی اگر اپنی حاجت رفع کرنا چاہتے ہو تو اسی کو پکارو۔ یعنی دعا کرو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔ یسال احدکم ربه حاجة کلہ حتیٰ یسال شع نعله اذا انقطع (ترمذی) یعنی تم میں سے ہر شخص کو اپنی حاجت خدا سے مانگنی چاہیئے حتیٰ کہ اگر جوتے کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو وہ بھی اپنے رب سے ہی مانگنا چاہیئے۔

اس سے عیاں ہے کہ کسی معاملہ میں بھی ہماری کوئی تدبیر خدا کی توفیق یا تائید کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی اور تدبیر سے پہلے دعا کے معنے یہ ہیں بندہ ہر وقت اپنی عاجزی اور خدا کی بالادستی کا اعتراف کرتا ہے اور جو اس کے سوا غیر اللہ سے مانگتا ہے وہ حق تعالیٰ کی بالادستی کا انکار کرتا ہے۔

عبد و معبود کا تعلّق

خداوند قدوس کو حیلوں اور وسیلوں کی قطعاً ضرورت نہیں عبد اور معبود کا براہ راست تعلّق ہے

ترجمہ: یعنی کون ہے وہ جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جبکہ وہ اس کو پکارے اور کون اس کی تکلیف رفع کرتا ہے اور کون تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور حاجت پوری کرتا ہے؟ تم لوگ کم سوچتے ہیں۔

مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے صاف واضح ہے کہ خدا تک دعائیں پہنچانے کے لیے کسی واسطے، وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ ملاحظہ فرمایئے سورۃ البقرہ ۱۸۶۔

ترجمہ:" اور اے نبی! میرے بندے اگر تم سے میرے متعلق پوچھیں تو بتا دو کہ میں ان سے قریب ہی تو ہوں۔ پکارنے والا جب مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار سنتا ہوں، لہٰذا ان کو چاہیئے کہ میری دعوت پر لبیک کہیں۔ اور مجھ پر ایمان لائیں۔"

ترجمہ:" یعنی اگرچہ تم دیکھ نہیں سکتے ہو اور نہ مجھ کو محسوس کر سکتے ہو۔ لیکن یہ خیال نہ کرو کہ میں تم سے دُور ہوں۔"

اب سمجھئے خدا جل جلالہٗ اپنے ہر بندہ کے بہت قریب ہے اور اس کی پکار کو سنتا ہے اور بندہ کو چاہیئے کہ اپنے خدا سے عرض و معروض خود کرے حتیٰ کہ دل ہی دل میں جو کچھ کہتے ہو مانگتے ہو، خواہش کرتے ہو۔ سب اس کو معلوم ہوتا ہے وہ صرف معلوم ہی نہیں کر لیتا بلکہ اس پر فیصلہ بھی صادر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اس کائنات کا بے پایاں فرمانروا ہے۔ تمام اختیارات اور تمام طاقتیں اس کے ہی بس میں ہیں وہ تم سے اس قدر قریب ہے کہ تم بغیر کسی وسیلہ اور سفارش کے براہ راست اس سے داد فریاد کر سکتے ہو اور وہ داد رسی کرتا ہے جہاں تک داد رسی کا تعلق ہے تو آپ

کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ داد رسی صرف مسلمانوں ہی کی نہیں کرتا جیسا کہ سورۃ البقرہ آیت ۱۲۶ میں ہے بلکہ دعا اور پکار ہر ذی روح، ہر مخلوق، کافر و مشرک سب کی سنتا ہے اور پوری کرتا ہے خصوصًا جب وہ مظلوم ہو کیونکہ وہ رب العالمین ہے اور اسی نے سب مخلوق کو پیدا کیا وہی سب کا پالنے والا ہے۔

طلب اور پکار

ایک حدیث شریف میں ہے (من لم یسال اللہ یغضب علیه) مشکوٰۃ شریف ۲۲۳۸۔

جو اللہ سے سوال نہیں کرتا اللہ اس سے ناراض ہوتا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ دعا نہ کرنا محض محرومی کا باعث نہیں ہے بلکہ باری تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بھی ہے لیکن جو دعا مانگتا ہے اس کے متعلق ارشاد نبوی ہے کہ:۔

من فتح له منکم باب الدعا۔ فتحت له ابواب الرحمه (مشکوٰۃ)

جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے رحمت کا دروازہ کھل گیا۔

عبادت ہر پاکیزہ جسم اور روح کی تازگی اور ایک حقیقت شناس دل کے لیے شائبہ خلقیت ہے اس لیے رسول اللہ نے فرمایا ہم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اس وقت اللہ تعالیٰ سے وہ دل میں باتیں کرتا ہے۔ حضور کا فرمان ہے کہ وہ دعائیں جو درد مند دل سے نکلتی ہیں بے تکلفی اور بے ساختگی رکھتی ہیں وہ دعائیں حق باری کو پسند ہیں اور جن دعاؤں میں چارہ ساز کی چارہ سازی اور دل نوازی کا یقین، درد کا اظہار اور حقیقت کا اعلان ہو اور عبد کامل پر ایمان شامل ہو وہ ضرور شرف قبولیت حاصل کرتی ہیں اور رسول ختم المرسلینؐ کے عمل کی تکمیل کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔

خدائے بزرگ و برتر کو اپنے بندوں کی طلب اور پکار کی حالت سے پیار ہے اس نے خود ہی اپنے بندوں کو ہر موقع پر ہر ضرورت پر اپنے کلام پاک میں دعائیں سکھائی ہیں ان دعاؤں کے الفاظ سے زیادہ بے نظیر موثر، بلیغ، موزوں اور جامع الفاظ انسان کی جستجو نایاب میں نہیں مل سکتے۔ ان سے زیادہ بہتر دعائیں اپنی بے بسی۔ بے ثباتی، لاچاری دل پذیری سے فکر و احتیاج کا نقشہ دریائے رحمت کو جوشش میں لانے کے لیے نہیں میسّر ہو سکتیں۔

شرطِ قبولیّت

دعاؤں کی قبولیت بارگاہِ ایزدی میں تب ہوتی ہے جب بندہ اپنے صمیم قلب سے رب جلیل کو پکارے اپنی چھوٹی سی بھلائی کے لیے دوسری مخلوق کی زیادہ برائی کا طالب نہ ہو۔ دعا کی حقیقت جاننے کے لیے لوگ ہمیشہ کوشاں رہے ہیں بعض حیرت و استعجاب میں مستغرق رہتے ہیں بعض بحث و مباحثہ میں سرگرداں سوائے ان لوگوں کے جو قرآن اور حدیث کو پکڑے ہوئے ہیں باقی سب راہ صواب سے دور۔ جیسے کہ عرض کر چکا ہوں۔ معبود ہم کو بادیٔ النظر میں نظر نہیں آتا مگر وہ سب سنتا ہے بشرطیکہ پکارنے والا پکارے۔ آپ نے مشاہدہ کیا ہو گا ایک فقیر سڑک کے کنارے بیٹھا ہے راہ چلنے والے دیکھ رہے ہیں اور گذر جاتے ہیں ایک فقیر دروازے سے صدا لگاتا ہوا گذر جاتا ہے آپ سن کر خاموش ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص آپ کے پاس آتا ہے اور اپنی رقت آمیز آواز سے اپنی ستم رسیدگی کی داستاں سناتا ہے اس کی آنکھیں پُرنم ہیں گڑگڑا رہا ہے۔ آپ چلنے لگتے ہیں تو آپ کے پیچھے پیچھے منتیں کرتا ہوا آ رہا ہے۔ آپ اگر لاکھ بھی سنگدل ہیں اور نہیں دینا چاہتے پھر بھی اس کی آواز اور اس کی چشم پرنم سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے اور کچھ دے دیتے ہیں تو یہ مانگنے کا انداز ہے ممکن ہے پہلا فقیر جو آپ نے سڑک کے کنارے بیٹھا دیکھا وہ زیادہ حاجت مند ہو مگر آخر الذکر نے آپ کی طبیعت اپنی طرف کیسے مائل کر لی۔ اس لیے مانگنے کے جو آداب ہیں اگر وہ ملحوظ رہیں تو دُعا یقیناً قبول ہوتی ہے۔

طریقِ دُعا

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ" جب تم میں سے کوئی شخص دُعا مانگے یوں نہ کہے کہ خدایا اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے۔ اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم کر دے اگر تو چاہے مجھے رزق دے بلکہ اس قطعیت کے ساتھ کہنا چاہیئے کہ اے خدا میری فلاں حاجت پوری کر۔ اے صاحب!

خدا تو رحمان اور دیان ہے۔ اس میں دُعا میں اگر مگر کیا معنی۔ اپنی سالمیت، فلاح نصرت اور شادمانی کے لیے اس یقین سے مانگو کہ وہ پوری کرے کیونکہ اس کے بعد کسی اور سے اپیل کی راہ تو ہے نہیں کہ اگر تو نہیں کرتا تو ہم کسی اور سے متوجہ ہوں گے اس ہی مضمون کو ابن عباس نے رسول مقبولؐ سے سن کر بیان کیا کہ اللہ سے دعا مانگو اس یقین سے کہ وہ قبول فرمائے گا۔"

حضرت جابرؓ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آدمی جب کبھی اللہ سے دعا مانگتا ہے۔ اللہ اسے یا تو وہی چیز دیتا ہے جس کی وہ دعا کرتا ہے یا اس درجہ کی کوئی بلا اس پر آنے سے روک دیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ کسی گناہ کی یا قطع رحمی کی دعا نہ ہو اور جلد بازی سے کام نہ کرے (ترمذی) ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ جلد بازی کیا۔ فرمایا جلد بازی یہ ہے کہ آدمی یہ کہے کہ میں نے بہت دعا کی۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ میری دعا قبول نہیں ہوتی یا یہ کہ آدمی تھک کر دعا کرنی چھوڑ دے۔ واضح لفاظ میں رسول اکرم سرور کائناتؐ نے فرمایا کہ اللہ جب بھی دعا قبول فرماتے ہیں تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

۱۔ دعا کو اس ہی صورت میں قبول کر لیا جاتا ہے۔

۲۔ دعا کو آخرت میں اجر دینے کے لیے محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

۳۔ دعا کے برابر کسی بلا یا آفت ناگہانی آنے کو روک دیا جاتا ہے۔

بایں ہمہ دعا چاہے قبول ہو یا نہ ہو بہر حال یہ ایک فائدہ اور بہت بڑے فائدے سے کسی صورت میں خالی نہیں اور وہ یہ کہ بندہ اپنے رب کے سامنے اپنی حاجتیں پیش کر کے اور اس سے دعا مانگ کے اس کی بالا دستی اور رب العالمین کا اعتراف کرتا ہے اور اپنی عاجزی، انکساری لاچاری، بندگی اور عقیدت عبودیت کا اظہار کرتا ہے، یہ اظہارِ عبودیت بجائے خود ایک عبادت ہے بلکہ جانِ عبادت جس کی نیرنگیٔ اجر سے بندہ محروم نہیں رہتا چاہے وہ اس کی تسکین قلب کا باعث ہی کیوں نہ ہو۔

دُعا اور تقدیر

لوگ دعا کے معاملہ میں عموماً تقدیر کے بالا تر ہونے کی دلیل رکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ برائی اور بھلائی اللہ کے اختیار میں ہے اور وہ اپنی غالب حکمت و مصلحت کے لحاظ سے فیصلہ کر چکا ہے وہی لازماً ہو کر رہتا ہے تو پھر ہمارے دعا مانگنے کا کیا نتیجہ نکلے گا، یہ ایک بڑی غلط فہمی ہے جو انسان کے دل سے دعا کی تمام اہمیّت کو نکال دیتی ہے اور اس کو باطل خیال میں مبتلا رکھتی ہے جو شخص تقدیر پر بھروسا کر کے اعمال کو چھوڑ بیٹھتا ہے تو اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے زمین سے غلّہ کا حاصل کرنا مقدر ہے تو جبتک زمین میں بیج نہ ڈالا جائے اور دیگر وسائل زراعت کو بروئے کار نہ لایا جائے تو غلّہ کس طرح پیدا ہوگا اور کسی کے حق میں شکم کا سیر ہونا مقدّر ہے تو جب تک و[ہ] کھانا نہ کھائے گا کیسے سیر ہوگا پس تم[ام] امور دنیا و آخرت بھی اسباب و ذرائع موقوف ہیں۔

تقدیر کے استدلال میں جہاں یہ آیت (مِن نطفۃ خلقہ فقدرہ) یعنی نطفہ ایک بوند سے پیدا کیا اور پھر اس [کی] تقدیر مقرر فرمائی - کلام پاک میں آئی ہے دسیوں، بیسیوں جگہ اس ہی مالکِ حقیقی [نے] واشگاف الفاظ میں ہمیں تلقین فرمائی کہ مجھ سے مانگو - مجھے مشکل میں پکارو - خود اس ربّ العالمین نے ہمیں دعا ما[نگنے] کے طریقے سکھائے ہیں - یہ کیوں؟ کس[لیے؟] اگر سب کچھ مقدّر تھا تو یہ سب کیا[؟] یہ سب اس لیے کہ خداوند قدوس چا[ہتا] ہے کہ بندہ اس کی ربوبیت کو پہچان[ے] در حقیقت تقدیر کے مقدر ہونے کی دلیل [...] اعمال آخرت درست کرنے کی طرف [مائ]ل کرتی ہے۔ اور آمادہ کرتی ہے کہ ہم ربُّ العرش العظیم کی عظمت کو [دل] اور دماغ سے تسلیم کرلیں۔

قرآن پاک کی آیت (سورۃ المومن [...]) سے اس غلط فہمی کا ازالہ ہوتا ہے۔ خداو[ند] صاف اور واضح الفاظ میں کہتا ہے: پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کرو[ں گا] اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قضا[ء] قدر کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس نے [...] طرح نعوذ باللہ - اللہ جل جلالہٗ کے ہا[تھ] باندھ دیئے ہیں۔ یا دعا قبول کرنے کے [...] اس ذاتِ حق سے کسی اور ہستی نے [...] [...] ہیں۔ آپ اس طرح نہ سوچئے

قومی زبان اور اس کا نفاذ — ایک جائزہ

تحریر: ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہانپوری

مقتدرہ قومی زبان نے چھ مہینے پہلے [قو]می زبان کے نفاذ اور اس کے مسائل کے [سِ]لسلہ میں ایک جائزہ لینے کا فیصلہ کیا تھا [ا]س سلسلہ میں پاکستان کے مختلف علاقوں اور [ز]ندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے [اص]حاب سے خطوط کے ذریعے دریافت کیا [گی]ا کہ وہ اپنے علم، مشاہدے اور تجربے [کی] روشنی میں بتائیں کہ قومی زبان کے نفاذ میں [...] عملی رکاوٹیں اور واقعی موانع کیا ہیں۔ اور [اس] سلسلہ میں ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ خطوط [کے] علاوہ نجی ملاقاتوں میں اصحاب علم و [...]ل سے۔ نیز بہت سے اخبارات میں شائع [ہو]نے والے مضامین، مراسلات وغیرہ میں اہلِ [...] کے انکار سے استفادہ کیا گیا۔ خطوط، [ملا]قاتوں اور مضامین، مراسلات کے مختلف [...]ع سے جن حضرات کے خیالات سے یہ [جا]ئزہ مرتب کیا گیا ہے ان کی تعداد [...]ہزار تک پہنچ جاتی ہے۔

اس جائزے میں جو افکار اور تجاویز [...] کی گئی ہیں ان میں سے بعض کے بارے [...] حکومت پہلے ہی فیصلہ کرچکی ہے۔ عدلیہ [...] کے ادارے بھی اردو کے نفاذ و رواج [کے] سلسلہ میں بعض اہم اور بنیادی فیصلے [کر] چکے ہیں۔ دفتری زبان کی حیثیت سے سرکاری دفاتر میں اُردو کے عام رواج میں اردو کے ٹائپ رائٹر کے کلیدی تختے کے بارے میں کسی قومی فیصلے کا نہ ہونا بیان کیا جاتا تھا۔ لیکن گذشتہ ماہ وفاقی حکومت نے کلیدی تختے کو منظور کر کے اس رکاوٹ کو دور کر دیا ہے اور توقع یہ ہے کہ ۱۹۸۱ء کے وسط تک یہ عذر باقی نہیں رہے گا بلکہ حکومت نے اُردو ٹیلی پرنٹر کے کلیدی تختے کو منظور کرکے تو علم و ادب، تعلیم و اشاعت اور صحافت و ابلاغ عامہ کے شعبوں میں قومی زبان کے رواج میں نہ صرف رکاوٹوں کو دُور کر دیا ہے بلکہ اس کے قبول عام کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ لوگوں نے ابھی اس فیصلے کی اہمیّت پر غور نہیں کیا لیکن اردو ٹیلی پرنٹر کے رواج کے بعد اندازہ ہوگا کہ قومی زبان کے حق میں اُردو کی تاریخ کا یہ عظیم الشان اور بہت دُور رس فیصلہ ہے۔ اسی طرح اردو یونیورسٹی کے قیام کا فیصلہ نہ صرف اشاعت تعلیم اور امتحانات کے بہترین نتائج کے باب میں ایک انقلاب آفریں فیصلہ ثابت ہوگا بلکہ اُردو زبان کی عام ترویج اور اس کی مقبولیت کی راہ کی رکاوٹوں کو دور کر دینے کا باعث ہوگا... ثانوی درجات تک ذریعہ تعلیم کا فیصلہ اور امتحانات کی زبان کے سلسلہ میں محکمہ تعلیم کی جانب سے رعایت موجود ہے۔ عدالتوں میں قومی زبان کے استعمال اور رواج عام کے بارے میں ایک نہایت مسرت افزا خوش خبری پچھلے دنوں پاکستان کے رئیس عدالت عالیہ کی زبان سے سن چکے ہیں۔ اسی طرح متعدد فیصلے، مشورے اور ہدایات پہلے سے موجود ہیں۔ ان پر صرف عملدر آمد کرانے کی ضرورت ہے لیکن یہاں ہم نے کسی ایسی تجویز کو بھی جس کے بارے میں پہلے ہی کوئی فیصلہ ہو چکا ہے حذف نہیں کیا ہے تاکہ جائزہ میں اصحاب فکر و نظر اور اہلِ علم و دانش کے خیالات عوام تک بے کم و کاست پہنچ جائیں۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی کر دینا مناسب ہوگا کہ اس جائزے میں شامل تجاویز سے متعلق بعض منصوبے مقتدرہ قومی زبان سے پہلے ہی سے زیر تکمیل اور بعض زیر غور ہیں اور ایسی تجاویز جنہیں حکومت ہی زیر غور لا سکتی ہے، ان کی جانب حکومت کی توجہ دلائی جارہی ہے۔

اب آپ یہ جائزہ ملاحظہ فرمائیں:

(۱) اس جائزے میں جن حضرات نے اپنے خیالات سے ہمیں استفادہ کا موقع دیا ہے اس میں سے ۸۶٪ کی رائے ہے کہ قومی زبان کے نفاذ و رواج کے راستے میں کوئی واقع مانع نہیں اصل رکاوٹ نوکر شاہی کا مزاج ہے وہ اسے پسند نہیں کرتا کہ انگریز پرستی کی اپنی روایت کو چھوڑے، اور اردو کو اپنائے۔ ممکن ہے بعض نوکر شاہ اسے اپنے لیے عزتِ نفس کا مسئلہ بھی سمجھتے ہوں۔ ان اہلِ علم کے خیالات میں اردو ٹائپ رائٹر کے استعمال و رواج سے کار دفتری کی ایک سطح پر آسانی اور تیز رفتاری ضرور پیدا ہو جائے گی۔ لیکن دفتروں میں بھی ایک خاص سطح تک تو تمام کام تحریری ہوتے ہیں اس لیے ان کے نزدیک ٹائپ رائٹر کا عدم رواج قومی زبان کو دفتری زبان بنانے میں رکاوٹ نہیں ہے اسی طرح ان کے نزدیک دفتری اصطلاحات کی کمی یا عدم دستیابی اصل مسئلہ نہیں ہے۔ اوّل تو ہر جگہ اصطلاح کی ضرورت پیش نہیں آتی اور اگر کسی اصطلاح کا استعمال ناگزیر ہو تو اسے انگریزی میں بھی استعمال کیا جا سکتا ہے

ان سے اہلِ علم نے غیر مبہم اور واضح الفاظ میں اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ صدرِ مملکت کو چاہیئے کہ وہ ایک آرڈیننس کے ذریعے ایک مقررہ تاریخ سے تمام سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں قومی زبان میں کام کرنے کا حکم جاری فرما دیں۔ قومی زبان کا نفاذ و رواج ہو جائے گا اور کوئی رکاوٹ پیش نہیں آئے گی نوکر شاہی کو جب تک اُوپر سے ڈھیل ملتی رہے گی۔ یہ مختلف بہانوں سے قومی زبان کے نفاذ کو ٹالتی رہے گی۔ ان اصحاب کی رائے میں اصطلاحات مہیا ہو جانے اور اردو ٹائپ رائٹر آ جانے کے بعد بھی نوکر شاہی کے بہانوں کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ مثلاً وہ ایک مدّت تک اردو ٹائپ کاروں کی عدم دستیابی اور پھر ان کی سُست رفتاری اور کبھی ان کی غلط ٹائپ کاری کے بہانے قومی زبان کے نفاذ و رواج کھٹائی میں ڈالے رکھیں گے۔ یا کم از کم اس کوشش میں ضرور مصروف رہیں گے۔

(۲) اہلِ علم میں سے ۷۹٪ حضرات نے انگلش میڈیم اسکولوں کے بندکش، حوصلہ شکنی، قومی زبان کی تدریس، ذریعہ تعلیم، قومی زبان میں امتحانات، اور تحقیقی مقالات کی تیاری اور قومی زبان کے نصاب میں لائق اساتذہ سے مشوروں کی اہمیّت پر زور دیا ہے۔

(الف) ان میں سے بعض حضرات کا اصرار ہے کہ تمام انگلش میڈیم اسکول فوراً بند کر دیئے جائیں بعض کا خیال ہے کہ اگر انہیں بند نہ کیا جائے تو یہ ضروری ہے کہ ان کا ذریعہ تعلیم اُردو کر دیا جائے ان کے امتحانات اُردو میں ہوں اور کوئی ایسا انتظام کیا جائے کہ ان کی نگرانی ہوتی رہے اور اس سلسلہ میں مشنری اسکولوں کو بھی مستثنےٰ نہ کیا جائے۔

(ب) بعض حضرات کا مطالبہ ہے کہ تمام گزیٹڈ آسامیوں کے لیے، دفتری اُردو کا امتحان لازم قرار دیا جائے۔

(ج) متعدد اہلِ علم نے مشورہ دیا ہے کہ ملازمت کے لیے ہر جگہ اور ہر سطح پر بالمشافہ ملاقات (انٹرویو) میں تبادلہ خیالات قومی زبان میں کیا جائے اور مقابلے کے تحریری امتحانات بھی اُردو میں ہوں۔

(د) اس ضمن میں بعض اہلِ علم کی رائے ہے کہ پاکستان کی تمام جامعات میں تحقیقی مقالات (ایم اے، ایم فل، پی۔ ایچ۔ ڈی) قومی زبان میں پیش کرنے کی پابندی لگائی جائے۔ بعض خاص صورتوں میں انگریزی میں ان کا ترجمہ یا خلاصہ قبول کیا جائے۔ البتہ پاکستان کی صوبائی اور علاقائی زبان و ادب کے متعلق تحقیقی مقالات کو انہی زبانوں میں پیش کرنے کی اجازت ہونی چاہیئے۔

(ھ) اسی سلسلہ میں یہ مشورہ بھی سامنے آیا ہے کہ ادنیٰ سے اعلیٰ تک تمام مضامین کے اُردو نصاب کی تیاری میں جہاں ان مضامین کے ماہرین سے استفادہ کی ضرورت ہو وہاں اردو زبان و ادب کے ماہرین سے بھی مشورہ کیا جائے تاکہ علمی و فنی نصابی کتابوں میں زبان و بیان کے لحاظ سے بھی کوئی نقص باقی نہ رہے۔

(۳) ارباب علم و مشاہدہ میں سے ۳۸٪ حضرات نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اندرونِ ملک شائع ہونے والے اشتہارات سڑکوں اور گلیوں کے نام، تمام اشتہاری نشان (بورڈ) ڈائرکٹریاں، ڈائریاں، کیلنڈر اور ملکی مصنوعات کا تعارفی ادب قومی زبان میں ہو۔ ان کے دیگر مطالبات یہ ہیں :-

(الف) ڈاک خانہ، ریلوے، سینما کے ٹکٹ، اور موٹر گاڑیوں کے شناختی عدد، قومی زبان میں ہوں۔

(ب) دوائیں اور دیگر مصنوعات بنانے والے تمام غیر ملکی اداروں پر پابندی لگائی جائے۔ کہ وہ اپنی جو اشیاء پاکستان برآمد کریں۔ ان کے نام، ان کی خصوصیات اور ان کے استعمال کی تراکیب ہماری قومی زبان میں ہوں۔ اگر یہ ادارے اس حکم کی پابندی نہ کریں تو انہیں اپنی مصنُوعات پاکستان میں برآمد کرنے کی اجازت نہ دی جائے۔

(ج) ملکی اداروں کو بھی آرڈی ننس کے ذریعے اس امر کا پابند بنایا جائے کہ وہ اپنی ہمہ قسم کی مصنوعات کے نام اپنی قومی زبان میں لکھیں۔ اور ان کے تعارف اور ان کے استعمال کی تعلیم پر مشتمل اشتہارات اور کتابچہ قومی زبان میں چھاپیں۔ البتہ جو مصنوعات برآمد کریں۔ ان کا تعارفی ادب قومی زبان کے ساتھ انگریزی یا اس ملک کی زبان میں شائع کر سکتے ہیں جہاں وہ برآمد کی جائیں۔ ایسے اداروں کے لیے ابتداً انکم ٹیکس میں رعایت کا اعلان بھی کرنا چاہیئے۔

(۴) ۳۰٪ اہل علم نے دفتری اصطلاحات کی تدوین اور علوم و فنون کی کتابوں کی تصنیف و تالیف کی ضرورت پر زور دیا ہے اس سلسلہ میں متعدد اہلِ علم کی سفارشات کی یہ دفعات بنتی ہیں۔

(الف) دفتری اصلاحات کا انگریزی سے اُردو میں ترجمہ کیا جائے تمام اصلاحات یکجا کر کے چھاپی جائیں۔ اور اس ضمن میں سب سے ضروری بات یہ ہے کہ انہیں ارزاں اور سہل الحصُول بنایا جائے۔

(ب) مختلف علوم و فنون اور سائنسی کتابوں کا ترجمہ کرایا جائے اور وسیع پیمانہ پر ان کی اشاعت کا اہتمام کیا جائے۔ ان کی زبان و بیان سادہ اور آسان ہو ان کتابوں کا ترجمہ تو اصحابِ فن ہی سے کرایا جائے لیکن ان پر نظر ثانی اور زبان و بیان کی اصلاح کا عمل زبان و ادب کے ماہرین سے کرایا جائے

(ج) اس سلسلہ میں اُردو صرف و نحو کے دونوں اجزا پر مشتمل ایک جامع اور تحقیقی قواعد کی کتاب کی ضرورت کا اظہار بھی کیا گیا ہے۔ لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اسلوب میں پیچیدگی نہ ہو اور تفہیم آسان طریقے پر کرائی گئی اور ایسی ہو کہ وہ طلبار جن کی مادری زبان اُردو نہیں ہے وہ بھی بہ آسانی سمجھ سکیں۔ اس اہتمام کے باوجود کتاب جامع ہو اور ایسی ہو کہ اس کے بعد قواعد کی دوسری کتاب کی ضرورت باقی نہ رہے۔

(۵) ۲۹٪ اہل علم نے دو مطالبے کئے ہیں

(الف) تمام سرکاری حکام اور اعلیٰ شخصیات پر یہ لازم کیا جائے کہ وہ سرکاری اور غیر سرکاری، رسمی اور غیر رسمی تقریبات اور ملاقاتوں میں قومی زبان کو اظہارِ خیال کا ذریعہ بنائیں اور کسی شدید ضرورت اور مجبوری کے بغیر انگریزی زبان استعمال نہ کریں۔

(ب) مختلف محکموں، صوبوں اور مرکز کے مابین رابطہ کی زبان اُردو کو قرار دیا جائے۔

(۶) ۱۹٪ اصحابِ علم نے یہ دو مطالبات کئے ہیں :-

(الف) ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ عدالتوں تک کارروائی اور فیصلوں میں اور اس سے متعلق اور ماتحت تمام دفتروں میں اردو کا استعمال کیا جائے۔

(ب) ٹیلیویژن سے انگریزی فلموں کا فوری طور پر خاتمہ کیا جائے۔ البتہ تعلیمی اور معلوماتی فلموں کو اُردو میں (ڈب کرکے) پیش کیا جائے۔

(۷) ۷٪ اہلِ علم و اصحاب قلم نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت کو چاہیئے کہ وہ اردو کے ادبی اداروں اور ادیبوں، مصنفوں اور شاعروں کی سرپرستی کرے۔

(۸) ۴٪ اصحاب فکر و نظر نے مندرجہ ذیل مطالبات تسلیم کئے ہیں۔

(الف) ملک کے تمام شہروں میں تفریح کے مقامات پر، لبسوں کے اڈوں، ریلوے اسٹیشنوں وغیرہ پر قومی زبان کے استعمال کے لیے رغبت دلانے کے بورڈ آویزاں کئے جائیں جن پر اُردو پڑھو، اردو بولو، اُردو لکھو وغیرہ کے جملے لکھے ہوں۔

(ب) اردو ٹائپ [illegible] کا تمام سرکاری اور غیر سرکاری دفاتر میں رواج عام کیا جائے۔

(ج) اردو ٹائپ اور اردو مختصر نویسی کے تربیتی ادارے کھولے جائیں۔

(د) قومی زبان کے نفاذ اور اس کے مسائل پر غور کرنے کے لیے حامیان (باقی صفحہ ۲۴ پر)

چودھری افضل حق مرحوم

جدوجہد آزادی کی ایک گم گشتہ شخصیت

تحریر: ظفر اللہ خان

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد تحریک پاکستان اور پھر قیام پاکستان تک بے شمار شخصیتیں تحریک کے اسٹیج پر نمودار ہوئیں۔ کچھ ایسی ابھریں کہ ابھرتی ہی چلی گئیں اور شہرتِ دوام سے ہمکنار ہوئیں اور کچھ ایسی بھی تھیں جو ابھریں تو ضرور لیکن پھر ڈوب گئیں اور غبارِ وقت نے ان کو اپنی لپیٹ میں ایسا لیا کہ آج ان کی ع "داستاں تک بھی نہیں داستانوں میں"۔

چودھری افضل حق کی شخصیت بھی ایسی ہی تھی جو ابھری تو ضرور لیکن ابھر کر ڈوب گئی۔ اور رفتارِ زمانہ کے ساتھ کچھ ایسی ہوا چلی کہ غیر تو غیر اپنے بھی ان کو بھول چکے ہیں۔

عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ چشم براہ رہتے تھے

در اصل ہیرے کی پہچان اور قدر جوہری ہی کر سکتا ہے ——— سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری فرماتے ہیں کہ ایک دن وہ ہوشیار پور میں ایک جلسہ عام سے خطاب کر رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر ایک ایسے نوجوان پر پڑی جو پولیس انسپکٹر کی وردی میں ملبوس تھا اور ان کی تقریر کے نوٹ لے رہا تھا وہ اس چھریرے بدن والے خوبصورت نوجوان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اور کنایتہً کہا۔

"اے کاش! مجھے اس طرح کے نوجوان مل جائیں تو میں چند دنوں میں ہندوستان کی کایا پلٹ دوں لیکن کیا کروں میرے نوجوان تو فرنگی بابا کی صف میں وردی پہنے کھڑے ہیں۔"

یہ چھریرے بدن والے خوبصورت نوجوان چودھری افضل حق مرحوم تھے۔ جو سیاست اور ادب کا ایک حسین امتزاج تھے انہوں نے عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی اس آواز پر لبیک کہا۔ اور دل میں فرنگی آقا کی پہنائی ہوئی پولیس انسپکٹر کی وردی اتار پھینکنے کی ٹھان کر جلسہ گاہ سے چلے آئے۔ کچھ دنوں بعد لاہور میں جب مولانا ابوالکلام آزاد کی زیر صدارت جمعیت العلماء کا اجلاس ہوا تو چودھری افضل حق نے اس بھرے اجلاس میں اپنے مستعفی ہونے کا اعلان کر دیا۔ انگریز کے لئے یہ ایک انتہائی خطرناک اور پریشان کن بات تھی جالندھر ڈویژن کے کمشنر مسٹر ہری کول نے انہیں ڈرایا دھمکایا مزید ترقی کا لالچ بھی دیا ——— لیکن چودھری صاحب جو وردی اتار چکے تھے دوبارہ پہننے پر تیار نہ ہوئے۔ انگریز پہلے ہی غصّے میں کھول رہا تھا چودھری صاحب کو دو سال کے لئے جیل بھیج دیا گیا۔ جہاں آپ کو سخت تکالیف دی گئیں، سخت مشقت لی گئی، چکّی پسوائی گئی۔ یہاں تک کہ قید

"اے کاش! مجھے اس طرح کے نوجوان مل جائیں تو میں چند دنوں میں ہندوستان کی کایا پلٹ دوں"

ہائی میں بھی ڈالے گئے لیکن چودھری صاحب مضبوط قویٰ کے مالک تھے۔ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کرتے رہے اور کبھی اُف تک نہ کی۔ ابھی نئے نئے سیاست میں آئے تھے اتنے مشہور نہ تھے کہ ہر خاص و عام کو ان کی گرفتاری کی اطلاع ہوتی پنڈت بنکی رام شرما بھی قید میں ان کے ساتھ تھے وہ پہلے رہا ہوئے تو انہوں نے روزنامہ "بندے ماترم" میں چودھری صاحب پر مظالم کی داستان چھاپ دی۔ اور ساتھ ہی مظالم کے خلاف شدید احتجاج بھی کیا ——— تب عوام الناس کو معلوم ہوا کہ ان کا ایک ساتھی جیل میں صعوبتیں جھیل رہا ہے۔

چودھری صاحب اور تو کچھ نہ کر سکے ان کے قلم میں قوت تھی۔ رہائی کے فوراً بعد "دنیا میں دوزخ" کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی۔ جس میں جیل خانے کے کوائف بیان کئے اور ان مظالم پر روشنی ڈالی جو جیل میں قیدیوں پر روا رکھے جاتے تھے۔

رہائی کے بعد چودھری صاحب کو ہوشیارپور کی ڈسٹرکٹ کانگریس کمیٹی نے اپنا صدر منتخب کر لیا اس کمیٹی نے "دنیا میں دوزخ" بھی شائع کی تھی۔ چودھری صاحب جلد ہی مسلمان لیڈروں کی صفِ اوّل میں شامل ہو گئے۔ تحریک خلافت کے بعد تو ان کو نمایاں حیثیت حاصل ہو گئی۔ یہاں تک کہ جب پنجاب کونسل کے انتخابات ہوئے تو چودھری صاحب ہوشیار پور کے مسلم حلقے سے لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہو گئے۔

۱۹۳۰ء میں کانگریس نے ڈانڈی مارچ کیا تو مجلس عاملہ کے اراکین کو دہلی میں گرفتار کر لیا گیا اراکین میں افضل حق اور پنڈت مدن موہن مالویہ بھی تھے۔ اٹھل بھائی پٹیل صدر تھے۔ چودھری صاحب کو گورکھپور جیل میں رکھا گیا۔ اس قید کے دوران آپ نے اپنی مایہ ناز کتاب "زندگی" سپردِ قلم کی۔ جس نے ان کو ادیبوں کی صفِ اول میں لا کھڑا کیا۔ اس کتاب میں ان کے قلم نے اپنا لوہا منوایا۔ اور زورِ بیان نے ملک کے تمام جرائد و رسائل سے خراج وصول کیا۔ پنجاب یونیورسٹی نے اس کتاب پر پہلا انعام پانچ سو روپے دیا۔ بابائے صحافت حضرت مولانا ظفر علی خان نے تو "زندگی" کی تعریف میں پوری نظم لکھ ڈالی۔ مولانا چراغ حسن حسرت نے اس کے دیباچہ میں لکھا کہ جو باتیں علامہ اقبال نے بیسیوں اداؤں کے ساتھ کہی ہیں وہ چودھری صاحب نے سیدھے سادے الفاظ میں لکھ دی ہیں۔

چودھری صاحب دودھاری تلوار تھے ان کی عملی سیاست میں بے خوفی اور بلا کی جرأت و بے باکی تھی، قلم میں وہ قوت تھی کہ اپنے تو اپنے انگریز بھی ان کی قابلیت کا اعتراف کرتے تھے۔ اپنی ادبی زندگی میں انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں۔ "میرا افسانہ" یہ ان کی خود نوشت سوانح ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ ایک تصنیف "جواہرات" ہے یہ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ جن میں زندگی کی مٹھاس اور تلخیاں ملتی ہیں "محبوب خدا" یہ سیرت پاک پر لکھی ہوئی کتاب نہیں بلکہ افضل حق کے خلوص، تڑپ اور عقیدت کے پھولوں سے سجایا ہوا گلدستہ ہے۔ ان کے علاوہ "دین اسلام"، "خطوط افضل حق (بیٹی کے نام خط) تاریخ احرار وغیرہ شامل ہیں۔ "تاریخ احرار" محض احرار کی تاریخ ہی نہیں بلکہ اس میں مسلمانوں کے طبقاتی احساس کا تجزیہ کیا گیا ہے یہ کتاب خود چودھری صاحب کے "ذہن" کی بھی نمائندگی کرتی ہے۔

۱۹۲۹ء میں مجلس احرار قائم ہو چکی تھی جس کو مسلمانوں کی ایک علیحدہ تنظیم کے طور پر تسلیم کر لیا گیا تھا۔ ۱۹۳۱ء میں افضل حق بھی اپنے چند پنجابی رفقاء سمیت مجلس میں شامل ہو گئے۔ تحریک کشمیر کی ہمہ گیری نے انہیں "ذہین احرار" کا درجہ دیا۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ انہیں پیار سے احرار کے "مہاتما جی" کہتے تھے۔

چودھری صاحب بے مثال جرأت کے مالک تھے انہوں نے

اپنی لیاقت و قابلیت کا لوہا منوا لیا تھا وہ دوبارہ کونسل کے رکن منتخب ہو گئے۔ ایک مرتبہ نمکین ستیہ گرہ کی تحریک کے آغاز میں استعفیٰ دے دیا۔ وزارتیں قائم ہو رہی تھیں۔ صوبہ جاتی خود مختاری کے تحت پہلا انتخاب تھا۔ چودھری صاحب نے بھی پنجاب لیجسلیٹو اسمبلی کے انتخاب میں حصہ لیا۔ یونینسٹ پارٹی کے سردار سکندر حیات نے بڑھ چڑھ کر مخالفت کی اور شہید گنج کے واقعہ کی ساری ذمہ داری چودھری صاحب پر ڈال دی مسلمان جذباتی تھے فوراً مخالف ہو گئے نتیجہ یہ نکلا کہ چودھری صاحب انتخاب ہار گئے۔

چودھری صاحب نہایت سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ دوسروں کو تکلیف میں دیکھتے تو تڑپ اٹھتے۔ عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ہمیشہ چشم براہ رہتے۔ انہوں نے شاہانہ ماحول میں پرورش پائی لیکن درویشوں کی زندگی بسر کی۔ وہ صف اوّل کے رہنما تھے لیکن لیڈروں والی کوئی اکڑ نہ تھی۔ زمانے کا کیا ہو جس نے نہ ان کو رہنماؤں کی صف میں رکھا نہ ادیبوں کی صف میں۔ حالانکہ ان کی تصانیف ہر اعتبار سے ادب کے معیار پر پوری اترتی ہیں۔ لیکن آج ان کی عملی سیاست کے کارنامے تاریکیوں میں گم ہو گئے ہیں اور ان کا ادب دھڑے بندیوں کی نذر ہو گیا ہے۔ چودھری صاحب کی قید کی مجموعی زندگی نو برس تھی۔ جیلوں میں مشقت کرنے اور سختیوں کی وجہ سے دمہ کا مرض لاحق ہو گیا تھا۔ آخری بار ۱۹۳۹ء میں گرفتار ہوئے — تو ڈسٹرکٹ جیل راولپنڈی میں مرض شدت اختیار کر گیا۔ حکومت نے مرض کو جان لیوا دیکھا تو رہا کر دیا لیکن

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آخر ۲ جنوری ۱۹۴۲ء کی جد و جہد آزادی کے اس سپوت نے داعی حق کو لبیک کہا ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

(بشکریہ جنگ کراچی، پنڈی ۲-۳ جنوری ۱۹۸۱ء)

بقیہ: احادیث الرسولؐ

نجات اور فرعون اور اس کے لشکر کی غرقابی اسی تاریخ کو ہوئی اس لئے شکرانہ کے طور پر اس دن کا روزہ رکھا جاتا ہے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اپنے نبی بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق فرمایا کہ ہمارا ان سے زیادہ تعلق ہے کیونکہ آپ دونوں نبی اور صاحب وحی تھے ایک فکر اور مشن کے علمبردار تھے جبکہ اس دَور کے یہود موسوی تعلیم سے منحرف ہو چکے تھے اس لئے انہیں تو کوئی حق نہیں پہنچتا تھا۔ بہرحال آپ نے روزہ رکھا۔ صحابہ علیہم الرضوان کو ترغیب دی، بلکہ آنے والے سال میں ۱۰ محرّم کے ساتھ ۹ کا روزہ رکھنے کی ترغیب دی تاکہ یہود سے امتیاز ہو جائے۔

اس وقت سے لے کر آج تک امت کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد اپنے پیارے نبی علیہ السلام کے مقدس عمل کے اتباع میں ان ایام مبارکہ میں اپنی بھوک پیاس کا نذرانہ اپنے رب کے حضور پیش کرتے ہیں اور اس کی رحمتوں کے مستحق ہوتے ہیں۔

اس دن کے متعلق احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جو شخص اس دن کھانے پینے میں اپنے اہل و عیال پر فراخی کرے گا اللہ تعالیٰ سارے سال اس پر فراخی کا دروازہ کھولے رکھیں گے (او کما قال علیہ السلام)

بہرحال حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے بیدار مغز اور حضور علیہ السلام کے محبوب صحابیؓ نے اسی حقیقت کی طرف توجہ دلائی تاکہ لوگ افراط و تفریط سے بچ کر اسوۂ نبیؐ کو اپنائیں۔ جو رکھ سکے وہ روزہ رکھ لے۔ جس کے لئے ممکن نہ ہو وہ نہ رکھے۔

اللّٰھم وفقنا لما تحبّ وترضیٰ۔

بقیہ: ایک جائزہ،

قومی زبان کی ایک کل پاکستان قومی زبان کانفرنس بلائی جائے۔

(ھ) قومی زبان کے نفاذ کے لیے تحریک چلائی جائے اور اس میں پریس کا تعاون حاصل کیا جائے۔

سوال و جواب

طبّی مشورے

حکیم آزاد شیرازی

نوٹ:۔ جو حضرات براہ راست بذریعہ ڈاک طبی مشورہ حاصل کرنا چاہیں وہ جوابی لفافہ روانہ فرمائیں۔ ورنہ براہ راست جواب نہیں دیا جائے گا۔ جملہ خط و کتابت بنام حکیم آزاد شیرازی، اندرون شیرانوالہ دروازہ لاہور کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

کثرتِ بول

سوال:۔ طبی سوال و جواب کا سلسلہ خدام الدین میں نظر سے گذرا۔ میں بھی ایک بیماری کا شکار ہوں۔ براہ کرم مشورہ سے مستفید فرمائیں۔

مجھے عرصہ سے کثرت بول کی شکایت ہے۔ سردیوں میں خصوصاً اضافہ ہو جاتا ہے۔ رات کو کئی مرتبہ اٹھنا پڑتا ہے، کسی قسم کی جلن وغیرہ نہیں ہوتی۔ شوگر وغیرہ بھی ٹیسٹ کرائی گئی ہے جس کا وجود نہیں ہے۔ کئی یونانی ادویات جوارشیں وغیرہ استعمال کی گئی ہیں مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ براہ کرم اس سلسلہ میں میری راہنمائی فرمائیں۔

(مولانا) محمد اکرم قادری الاشعری فاضل علوم دینیہ خطیب جامع مسجد مہتہ جھیڈو، تحصیل چشتیاں۔

جواب: پیشاب کی کثرت کے بہت سے اسباب ہیں۔ اگر مثانہ کی سردی کے باعث پیشاب کثرت سے آئے تو جوارش زرعونی اور معجون فلاسفہ اس کے لئے مفید ہیں۔ گرمی کے باعث کثرت بول ہو تو معجون ممسک البول جس کا نسخہ درج ذیل ہے۔ مفید ہے:۔

۱- مائیں کلاں ۳ ماشہ (۲) اقاقیہ ۳ ماشہ (۳) لوبان ۳ ماشہ (۴) پوست ہلیلہ کابلی بریاں ۶ ماشہ (۵) کشنیز بریاں ۶ ماشہ (۶) گلنار ۶ ماشہ (۷) گیرو ۶ ماشہ (۸) گل سرخ ۶ ماشہ (۹) مسور ۶ ماشہ (۱۰) تخم بلوط ۹ ماشہ (۱۱) تخم مورد ۶ ماشہ۔

ان گیارہ ادویات کو کوٹ چھان کر تین گنا شہد یا چینی کا قوام بنا کر اس میں شامل کر کے معجون بنا لیں۔ مقدار خوراک ۶ ماشہ صبح و شام پانی کے ساتھ۔

اگر گردہ کی کمزوری اس کا سبب ہو تو پیشاب کی رنگت سفید بدن دبلا اور ضعف باہ ہوگا۔ نیز سر کے پچھلے حصے اور ریڑھ کی ہڈی میں ہر وقت خفیف درد محسوس ہوگا۔ اس حالت میں گردوں کو تقویت پہنچانے والی دوائیں استعمال کریں۔ جو غذا یا دوا جگر کو طاقت دیتی ہے وہ گردہ کو بھی قوت دیتی ہے۔ لبوب کبیر اس حالت میں بہت مفید ہے۔

اگر آپ جوارش زرعونی، معجون فلاسفہ یا معجون ممسک البول استعمال کر چکے ہیں اور ان سے فائدہ نہیں پہنچا تو دو نہایت آسان، کم خرچ اور میرے معمول مطب نسخے حاضر ہیں ان دونوں نسخوں کا بیک وقت استعمال کریں۔ انشاء اللہ صحت ہو گی۔

پہلا نسخہ:۔ ھوالشافی (۱) مغز بادام (۲) تل سفید (۳) مویز منقّٰی تینوں اشیاء ہموزن لے کر ہاون دستے میں کوٹ لیں کہ یکجان ہو جائیں۔ کسی ڈبیا میں محفوظ کر لیں۔ اور روزانہ صبح و شام ایک ایک تولہ استعمال کریں۔

دوسرا نسخہ: دانہ اسپند چھٹانک بھر لے کر کوٹ چھان لیں اور ڈبیا میں محفوظ کر لیں رات سوتے وقت ۲ ماشہ کی ایک ہی خوراک پانی کے ساتھ کھا لیں۔ دو ہفتے استعمال کے بعد اپنی کیفیت سے مطلع فرمائیں۔

معدہ کی جلن

سوال: مجھے عرصہ سے معدہ کی جلن کی تکلیف رہتی ہے۔ کھانے کے ایک گھنٹہ بعد جلن شروع ہوتی ہے اور جب تک کوئی دوائی وغیرہ استعمال نہ کی جائے۔ تکلیف رہتی ہے۔ ٹھنڈا پانی یا کارمینا گولیاں

وغیرہ استعمال کرنے سے افاقہ ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ڈاکٹر صاحبان، حکیم صاحبان سے کافی علاج معالجہ کرایا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ لہٰذا اس مرض کے مؤثر علاج اور پرہیز سے آگاہ کریں۔

حاجی رشید احمد
ناظم مدرسہ سراج العلوم، فورٹ عباس

جواب: معدہ کی جلن کے کئی اسباب ہیں۔ آپ کو یہ مرض غالباً غلیظ اور ترمرغن غذائیں کھانے کے سبب لاحق ہوا ہے اس لئے آپ زود ہضم اور سادہ غذائیں استعمال کریں۔ نیز صبح روزانہ شربت بزوری میں لیموں کا رس یا سرکہ انگوری شامل کرکے پیا کریں۔ اور رات سوتے وقت مربائے ہلیلہ کھایا کریں۔ نیز کھانے کے بعد صبح و شام سونف اور ملٹھی ہموزن کا سفوف بقدر ۳ ماشہ پانی کے ساتھ کھایا کریں۔ انشاء اللہ ہفتہ عشرہ میں افاقہ ہوگا اور پھر متواتر دو ماہ کے استعمال سے صحت کلی حاصل ہوگی (انشاء اللہ)

بقیہ: دعا۔ تقدیر کے پس منظر میں

قتل کے ملزم کو تعزیراتِ پاکستان کی رُو سے دفعہ ۳۰۲ کے تحت جج ضرور پھانسی کی سزا دیتا ہے جو قاتل کی تقدیر ہے جج بھی مجبور ہے۔ طے شدہ قانون کے تحت سزا ناگزیر ہے۔ خداوند تعالیٰ کے معاملہ میں اس طرح کوئی قدغن نہیں ہے۔ تقدیر بھی اس نے ہی

تلاش گمشدہ

ہمارے استاد مولانا عبدالکریم صاحب کا لڑکا اظہار الحق عمر تقریباً ۱۲ سال رنگ گندمی، چہرہ گول، بادامی رنگ فلیٹ کا سوٹ، مفلر سبز رنگ، سوتی لوکار اوڑھی ہوئی ہے مدرسہ تعلیم القرآن بستی لکھن ڈاکخانہ کھمبڑہ تحصیل اوباوڑہ ضلع سکھر میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اپنے دوست مرید احمد کے ساتھ وہاں سے نکل کر دوست کے گھر گھلواں علی پور قصبہ میں آکر ایک رات گذاری صبح اُٹھ کر وہاں سے چل دیا۔ پندرہ روز سے لاپتہ ہے۔ کسی دوست کو علم ہو، تو مہربانی فرما کر محمد خالد کلاتھ مرچنٹ صدر بازار علی پور کے پاس پہنچا دے۔ اس کو آمد و رفت کا کرایہ دیا جائے گا

بنائی ہے اور لطف یہ ہے کہ دعا کا سننے والا بھی وہی ہے اور کہا بھی ہے کہ دعا کرو پھر اجتناب کیوں؟ ذرا سوچو تو سہی اگر تقدیر ہی بنا کر ہماری قسمتوں کے فیصلے محدود کرنے تھے تو کیوں کھلم کھلا الفاظ میں کہتا کہ میری عبادت کرو، مجھ سے مانگو۔ میں بخشنے والا ہوں۔ میں درگزر کرنے والا ہوں۔ پس غور کرو تو عیاں ہو جائے گا کہ باری تعالیٰ بلاشبہ بندوں کی فریاد سنتا ہے اور فیصلہ بدل دینے پر قادر ہے دیکھئے سورۃ یوسف آیت ۲۰

"وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے حکموں پر غالب ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

دیکھنا صرف یہ ہے کہ اس متاعِ گراں مایہ کا کون قدردان ہے اور اس سے مستفیض ہونیکا حقدار ثابت کرنے کی کون سعی کرتا ہے۔

بقیہ: مختصر تقریریں

کائنات (صلی اللہ علیہ وسلم) نے خود سادہ زندگی گذاری۔ جب انسان خوبیوں کو اپنا لیتا ہے تو بہت سی قباحتوں اور جرائم سے بچ جاتا ہے۔ حضور علیہ السلام اور آپ کے بعد خلفاء راشدین کا یہ معمول تھا کہ منڈی و بازار کے نرخ چیک کیے جاتے، اشیاء صَرف کی کوالٹی دیکھی جاتی۔ یہ دیکھا جاتا کہ کوئی گلی سڑی چیز یا مضر صحت چیز تو نہیں بک رہی۔ اگر ایسا ہوتا تو اس کے مرتکب افراد کو سزا دی جاتی، انہیں سرزنش کی جاتی اور اس معاملہ میں کسی قسم کی رعایت کا سوال اور تصوّر ہی نہ تھا۔ کیونکہ ایسے افراد سے جب رعایت برتی جاتی ہے تو وہ آئندہ کے لئے زیادہ خرابیاں پیدا کرتے ہیں۔ اور یوں معاشرہ اخلاقی ناسور کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمیں اصلاح احوال کی نعمت سے نوازے اور سیرت طیبہ کے عملی گوشوں کو اپنانے کی توفیق

انتخاب بخاری شریف

ترجمہ و تشریح: مولانا ظفر احمد عثمانی قدس سرہٗ
قیمت: ۴۲/- روپے
ملنے کا پتہ: ادارہ اسلامیات ۱۹۰۔ انارکلی لاہور

حدیث کی سب سے معروف و صحیح کتاب بخاری شریف کی احادیث کا ایک خلاصہ مشہور امام علامہ ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ تعالیٰ متوفی ۶۵۹ھ نے مرتب فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ احادیث سے مسائلِ سلوک و تصوّف اور مسائل اخلاق و آداب پر یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے جس کی تعریف میں ہر دور کے علماء و صوفیا اور اہلِ دل رطب اللسان رہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے محدّث کبیر نے اس کتاب کے اپنی معرکۃ الآرا تصنیف فتح الباری میں جابجا حوالے دیئے ہیں — اور یہ بات اس کتاب کی اہمیت کے لیے کافی دلیل ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ جو بلاشبہ شانِ تجدید کے حامل اور صاحب تصنیف بزرگ تھے وہ اس کتاب کے بیحد مداح اور قدردان تھے۔ اُن کے حکم پر آپ کے عزیز اور عظیم المرتبت محدث مولانا ظفر احمد عثمانی قدس اللہ سرہ العزیز نے اسے اُردو زبان میں منتقل کیا اور اپنی طرف سے جابجا اس میں فوائد کا اضافہ فرمایا۔ مولانا عثمانی وفقیہہُ النفس بزرگ اور اونچے درجہ کے محدث تھے ان کی محدثانہ عظمت کا شاہکار اعلاء السنن نامی کتاب ہے جو اٹھارہ جلدوں میں ہے اور جسے اب مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدکم جدید انداز سے ایڈٹ کرکے از سرنو چھپوا رہے ہیں۔ سلوک و تصوّف اور اخلاق و ادب ہماری اجتماعی زندگی کا عظیم حصہ ہے جس کا مصدر و منبع قرآن و حدیث ہیں بدقسمتی سے باقی معاملات کی طرح یہاں بھی لوگ افراط و تفریط کا شکار ہو کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور اس معاملہ میں شکوک و شبہات پھیلا رہے ہیں — اس قسم کے بیمار ذہن لوگوں کے لیے یہ کتاب انشاء اللہ تعالیٰ بڑی ہی موثر اور شافی ہوگی اور یقیناً انہیں اس سے فائدہ ہوگا افسوس یہ ہے کہ تقسیم ملک کے بعد باقی چیزوں کی طرح علم پر بھی بڑا نازک دور آیا تاہم اللہ کا فضل ہے کہ اب کچھ لوگ معیاری کتابوں کی اشاعت کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ انہی میں ادارہ اسلامیات لاہور کے نوجوان مالکان ہیں جو ایک علمی گھرانہ سے نہ صرف تعلق رکھتے ہیں بلکہ خود بھی ماشاء اللہ علم کا ستھرا ذوق رکھتے ہیں انہی کی سعی سے یہ کتاب بڑے اہتمام سے شائع ہوئی ہے اور ہمیں اُمید ہے کہ جس خلوص وللّٰہیت سے ادارہ اسلامیات نے یہ کتاب چھاپی ہے اہلِ علم اس کا زبردست خیر مقدم کریں گے اور فوری طور پر یہ کتاب حاصل کرکے اپنی لائبریری میں گرانقدر اضافہ کریں گے۔

اقراء، حصہ اول، دوم
معہ گائیڈ حصہ اوّل

تالیف الاستاذ محمد بشیر
قیمت: ۲۲/۵۰ روپے (مجموعا)
ملنے کا پتہ: دار العلم ۲۲۳۔ آبپارہ مارکیٹ اسلام آباد

عربی قرآنِ پاک کی زبان ہونے کے ساتھ آج دنیا کی صفِ اوّل کی زبانوں میں شامل ہے اور خاص طور پر اسلامی دنیا کا بڑا حصہ اسی زبان کو استعمال میں لاتا ہے لیکن ہمارے یہاں عربی زبان سیکھنے اور حاصل کرنے کی جتنی ضرورت تھی اتنی اس کی طرف توجہ

نہیں دی گئی اور وہ ادارے جو عربی پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ان کے طلبا بھی سالہا سال پڑھ کر بھی اتنی استعداد بہم نہیں پہنچاتے کہ وہ عربی لکھ سکیں اور بول سکیں۔یہی حال ہماری جامعات اور یونیورسٹیوں کا ہے کہ وہاں اعلیٰ سطح کی کلاسیں موجود ہونے کے باوجود خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوتا اس کے مختلف اسباب ہیں۔ایک سبب ہمارے نزدیک جدید انداز و اسلوب سے نصاب اور کورس کا نہ ہونا ہے — خدا کا شکر ہے کہ اب کچھ لوگ اس طرف متوجہ ہوئے ہیں جنہوں نے اس خلا کو محسوس کرتے ہوئے مثبت بنیادوں پر کام شروع کیا ہے انہی میں ایک ہمارے الاستاذ محمد بشیر ہیں جو عربی زبان و ادب کے ماہر اور اس کی تعلیم و تدریس کا معیاری تجربہ رکھتے ہیں۔ آپ نے "اِقراء" کے نام سے کتب ہیں مرتب کرنا شروع کی ہیں۔جن کے فی الحال دو حصے شائع ہوئے ہیں یعنی حصہ اوّل اور حصہ دوم — پہلا حصہ پندرہ اسباق پر مشتمل ہے اور دوسرا حصہ تیئیس۲۳ اسباق پر مشتمل ہے۔پہلا حصہ قاعدہ کی طرز پر مرتب کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے اور سیکھنے والے کو آسانی ہو۔ہر سبق کے آخر میں تمرین ہے تاکہ جو سبق پڑھا جائے اس کی مشق ہو سکے۔دوسرا حصہ بڑا اہم ہے جس میں بڑے معقول اور موثر طریقہ سے اسباق کو مرتب کیا گیا ہے — پہلے حصے کا گائیڈ بھی ساتھ ہے تاکہ کم فرصت لوگوں کو تھوڑا سا وقت نکال کر اس سے استفادہ کرنا آسان ہو جائے — ہمیں اُمید ہے کہ یہ سلسلہ بڑا فائدہ مند ہوگا اور رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زبان کے شائق ان سے بھرپور استفادہ کریں گے اور اہل جنت کی زبان سیکھنے میں سبقت کریں گے دونوں حصوں اور گائیڈ کی مشترکہ قیمت ۵۰/۲۲ روپے ہے کتاب و طباعت کا معیار انتہائی بلند اور کاغذ بڑا فائن اور بڑھیا ہے ہمیں امید ہے کہ اس کی قدر کی جائے گی۔

حُسنِ معاشرت

از : محترمہ خیر النساء صاحبہ بہتر مرحومہ
قیمت : آٹھ روپے
ملنے کا پتہ : مجلس نشریات اسلام
۱-کے۔۳ ناظم آباد کراچی نمبر ۱۸

حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ جیسے مجدّد دین و ملّت اور مجاہد فی سبیل اللہ کا خاندان آج تک دین و ملّت کی جس طرح خدمات سرانجام دے رہا ہے وہ ایک بڑا ہی دلنشیں باب ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے خلیفہ اعظم السید آدم بنوری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روحانی نسبت رکھنے والے اس خاندان کا ہر فرد، "باون گزا" ہے اور مرد چھوڑ اس خاندان کی عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے دین و ملّت کی بڑی خدمت لی اور اندرونِ خانہ اس خاندان کی عورتوں نے نہ صرف اپنی بلکہ اڑوس پڑوس کی

بچیوں کی جس طرح اصلاح و تربیت کی وہ ایک بڑی خوبی کی بات ہے — مولانا سید ابوالحسن علی ندوی جیسے فاضل یگانہ اور عدیم النظیر مورخ و اہلِ قلم کی والدہ محترمہ کا یہ رسالہ جو ہمارے سامنے ہے اس کے مضامین نام سے ہی ظاہر ہیں، یہ کتاب مرحومہ نے مسلمان لڑکیوں کے لیے لکھی ہے جس میں گھریلو زندگی، اولاد کی پرورش، خانہ داری اور حسنِ اخلاق کے اسباق بڑی خوبی سے ذکر کیے گئے ہیں اور ہر بات اس سادگی اور متانت سے ذکر کی گئی ہے کہ برائے نام لکھی پڑھی خواتین بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکتی ہیں۔ اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح قبولیت عطا فرمائی اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اب اس وقت اس کا بارہواں ایڈیشن شائع ہو رہا ہے — ہماری خواہش ہے کہ کوئی گھرانہ اس کتاب سے خالی نہ رہے اور جب گھر گھر فحش اور جنسی لٹریچر نے ڈیرا ڈال لیا ہے اس کے بعد ایسا کرنا اور بھی ضروری ہے — ہمیں اُمید ہے کہ اپنی خواتین اور بچیوں کی بہتر تربیت کی امید رکھنے والے حضرات اس قیمتی دستاویز کی قدر کریں گے اور اسے حاصل کرنے میں پوری تندہی کا مظاہرہ کریں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عُمرہ

عُمرہ کے معنی ہیں آباد مکان کا ارادہ کرنا، زیارت کرنا اور اصطلاحِ شرع میں عمرے سے مراد وہ چھوٹا حج ہے، جو ہر زمانے میں ہو سکتا ہے، اس کے لیے کوئی مہینہ اور دن مقرر نہیں۔ جب اور جس وقت جی چاہے احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف کریں، سعی کریں اور حلق یا تقصیر کر کے احرام کھول دیں۔ عمرہ حج کے ساتھ بھی کیا جا سکتا ہے اور حج سے علیحدہ بھی، عُمرہ کرنے والے کو معتمر کہتے ہیں، قرآن کریم میں ہے :

"وَ اَتِمُّوا الۡحَجَّ وَ الۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ ؕ" (البقرۃ ۱۹۶) اور اللہ کی رضا کے لیے حج اور عمرہ پُورا کرو۔

حدیث میں عمرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : "سب سے بہتر عمل ایمان کی شہادت ہے، اس کے بعد ہجرت اور جہاد کا مرتبہ ہے پھر دو عمل ہیں جن سے زیادہ کوئی عمل افضل نہیں، ایک حجِ مبرور اور دُوسرا عمرۂ مبرورہ۔" (مسند احمد)

عمرۂ مبرورہ کے معنی ہیں وہ عمرہ جو محض اللہ کی رضا کے لیے اس کے تمام آداب و شرائط کے ساتھ کیا گیا ہو، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا : "جو شخص اپنے گھر سے حج یا عمرے کی نیّت سے روانہ ہُوا اور راستے ہی میں اس کا اِنتقال ہو گیا تو وہ شخص بغیر حساب جنّت میں داخل ہوگا، اللہ تعالیٰ بیت اللہ کا طواف کرنے والوں پر فخر کرتا ہے۔" (البیہقی، دارقطنی)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے : "حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں، یہ اللہ کی دعوت پر آئے ہیں، یہ جو کچھ اللہ سے مانگتے ہیں وہ ان کو عطا فرماتا ہے۔" (البزار)

نیز فرمایا : "ایک عُمرہ دوسرے عُمرہ تک کے لیے گناہوں کا کفّارہ بن جاتا ہے"

مفت ملنے کا پتہ
شیخ شمشیر علی ◎ ۷۹ - شاہ جمال، لاہور - پاکستان